ماهنامه

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صلح ۱۳۶۷ ہش

جنوری ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- قاضی منیر احمد

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت :- حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۹

شمارہ نمبر ۱

شرح چندہ

پاکستان ——— بیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ :- دو روپے

معاصرین سے

مذہب کے نام پر کاروبارِ فریب کا ایک جائزہ

"ہماری سیاسی حرکت ہمارے ذہنی اور مذہبی اُمنگوں کی آئینہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر حکمران جماعت اسلام کا نام زور و شور سے لیتی رہی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ زور و شور میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن جہاں سچے مذہبی جذبہ نے ہماری سیاسی رہنمائی کی وہاں یہ بھی ہوا ہے کہ سیاست دانوں اور علمائے سُوئے مذہب کے نام پر اپنا کاروبارِ فریب پھیلایا اور ہمیں مسلسل جھکے اور جھانسے دیئے اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ گو عوام اسلامی جذبہ رکھتے ہیں لیکن اسلام کا نام لینے والے فریبی سیاست دانوں کی باتوں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ یہ دھوکے اور فریب کون کون سے ہیں اسے اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پہلا نکتہ فریب

اِسلام کے نام پر کاروبارِ فریب کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی سیاست و مملکت کی تعمیر کے لئے کسی خاص معیارِ قیادت کی ضرورت نہیں، ہر شرابی، زانی، ناجائز ذرائع سے مال اکٹھا کرنے والا اور ہوسِ اقتدار کا مارا ہوا شخص اسلام کا نام بے جھجک انداز میں لے سکتا ہے۔ عوام کبھی یہ نہیں سوچتے کہ غیر اسلامی اور غیر اخلاقی قیادت کے برسرِ اقتدار آنے سے اسلام، اخلاق اور نیکی کا بول بالا کیسے ہو سکتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا اور سمجھا جاتا ہے کہ سیاست دنیوی چیز ہے اس میں چالباز اور چالاک آدمی کی ضرورت ہے۔ جوڑ توڑ کا ماہر درکار ہوتا ہے۔ اصولی اور نظریاتی سیاست کی بجائے مصلحت بین، موقع پرست، جھوٹا، لاف زن شخص سیاست میں زیادہ کامیاب رہتا ہے، لیکن کیا ان خصائص کے ساتھ ہم دینی اور اسلامی سیاست کی راہ پر چل سکتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ مذہب کا نام باعثِ ثواب ہے اور باعثِ عذاب بھی، اگر ہم خدا، رسول اور اسلام کا نام بہت لیں لیکن ملک کو فاسق و فاجر قیادتوں کے حوالے کر دیں تو یہ خدا کے غضب و غصّہ کو دعوت دینے کے برابر ہے اور ہم مذہب کا نام لے کر یہی کرتے رہے ہیں کیونکہ ہمیں رہنماؤں نے یہ سبق دیا ہے کہ سیاست میں نام اسلام کا لو لیکن قائدین ایسے منتخب کرو جن کی زندگی ہر پہلو سے اسلام کے خلاف ہو.....

دوسرا نکتہ فریب

سیاسیات میں اِسلام کا نام لینے والوں نے عوام کے ساتھ ایک دھوکہ یہ کیا کہ وہ

برسرِ اقتدار طبقہ کے ناجائز مفادات کو برقرار رکھنے کے لئے اسلام کا نام استعمال کرتے رہے ..... اِس فریب دہی کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ہمارے نوجوانوں کا ایک طبقہ اِسلام سے باغی ہؤا اور کمیونسٹ بنا دوسری طرف عوام میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے احتساب اور ان کی لُوٹ کھسُوٹ کے خلاف نفرت کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکا۔

تیسرا نکتہ فریب

عوام کو اسلام کے نام پر فریب دے کر ہمارے حکمرانوں نے اظہارِ خیال پر پابندیاں لگائیں اور آزادی کی رُوح کو کمزور کیا جس کسی نے آزادی کے ساتھ کوئی بات کہی جو حکمرانوں کو ناگوار گزری اسے اسلام دشمن پاکستان دشمن قرار دے دیا گیا اِس طرح پسماندہ طبقات پسماندہ صوبوں کی رائے دبائی گئی اسلام وہ قرار پایا جو حکمران کہیں ..... لیکن ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا اور یہ ایک فریب ہے کہ اسلام کسی طبقہ کسی صوبہ اور کسی جماعت کو اپنے نقطہ نظر کے اظہار کے جائز وسیلے سے محروم کرتا ہے اور ان کا گلا گھونٹ کر رکھتا ہے یہ اسلامی نہیں جاہلانہ طرزِ عمل ہے جس پر اسلام کا لیبل لگا کر پیش کیا گیا تاکہ آمر و ڈکٹیٹر باقی رہ سکیں"۔

(ہفت روزہ المنبر ۹ تا ۱۴ ۲ر اکتوبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۲۰-۱۴)

"ممکن ہے اِن بلدیاتی انتخابات کے طفیل حکمرانوں کے چیلوں نے آئندہ چند سال کے لئے مسندِ اقتدار پر مزید دادِ عیش دینے کی راہ ہموار اور سند حاصل کر لی ہو جیسا کہ مذکورہ بیانات سے ظاہر ہے ـــــ لیکن عوام کو اِن انتخابات نے کیا دیا؟ ـــــ یہی ناکہ کسی ماں کی گود خالی ہوئی تو کسی کا سہاگ لُٹا، کسی کو یتیم ہو جانے کی "نوید" ملی تو کسی کو بڑھاپے کا واحد سہارا چھن جانے کی! ـــــ لیکن "کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری" کے مصداق حکمرانوں کی نظروں میں اِس بات کی گویا کوئی اہمیت ہی نہیں اور وہ اسے معمول کی بات سمجھے ہوئے ہیں ..... جس سے متاثر ہو کر اب اکثر "علمائے کرام" بھی اِس لعنت کو رحمت قرار دینے لگے اور اس کے ساتھ "اسلامی" کا دُم چھلّا لگا کر اسے مشرف بہ اسلام کرنے کی سعیِ لاحاصل میں مصروف نظر آنے لگے ہیں ـــــ ورنہ ان سے کوئی پُوچھے تو سہی کہ اِس پورے تماشہ میں سے انہیں "اسلامی" کون سی چیز نظر آئی؟ ـــــ کیا یہ جُھوٹے وعدے؟ جو اب عہد شکنی کے لئے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں ـــــ کیا یہ شرافت؟ جس نے چند ہی دنوں بعد چولا بدل لیا اور شیطان چوراہوں میں ننگا ناچنے لگا؟ ـــــ کیا یہ منافقت، دھوکا، جُھوٹ اور ریاکاری؟ کہ جس نے سچ بولنے والوں کو بھی ہر ایک سے یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ ووٹ آپ ہی کو دیں گے، جبکہ امیدوار درجنوں تھے اور ووٹ صرف ایک! ـــــ آخر وہ کِس کِس سے جان چھڑائے، کِس کِس کی دشمنی مول لے اور کِس کِس کے انتقام کا نشانہ بنے؟ ـــــ کیا یہ قتل، بدمعاشی، خوں ریزی یا گندی گالیاں؟ جو اسلام کی نظر

میں ایک سے ایک بڑھ کر جُرم ہیں —— کیا یہ پرچی ؟ کہ جو یا تو ضائع ہوگئی اور یا غریبوں پر مزید ستم توڑنے، ان کے حقوق غصب کرنے، اور انہیں بلاجواز انتقام کا نشانہ بنانے کا باعث بنی اور جس کی خبریں اخبارات میں انتخابات کے بعد سے لے کر اب تک مسلسل آ رہی ہیں..... کیا یہی اسلام ہے ؟ —— یہی "اسلامی جمہوریت" ہے کہ جس میں سے "اسلامی" نام کی کوئی ایک چیز بھی کشید نہ کی جا سکی ؟ —— ان علمائے کرام، سیاستدانوں اور حکمرانوں سے ہماری یہ گزارش ہے کہ اس نظامِ حکومت پر لعنت بھیجیں جو ان کے ہم جنسوں، ہم وطنوں اور ہم مذہبوں پر صرف نالیاں، گلیاں تعمیر کرنے کے جُھوٹے وعدوں پر تباہی و بربادی کے مہیب سائے پھیلا دیتا اور موت کے پردے تان دیتا ہے۔" (ماہنامہ محدّث جلد ۱۸ عدد ۴ (دسمبر ۱۹۸۷ء) صفحہ ۴ تا ۷)

ماہنامہ طلوعِ اسلام لکھتا ہے :-

"کشتی کا سوراخ صرف ملاحوں کا نقصان نہیں ہوا کرتا بلکہ کشتی کے مسافروں کا بھی جان لیوا ہوتا ہے اِس لئے جو مسافر کشتی میں سوراخ ہوتے دیکھ کر اِس لئے خاموش رہے کہ اس سے میرا کیا بگڑتا ہے کشتی خراب ہوتی ہے تو نقصان ملاحوں کا ہے، اس سے زیادہ نادان کوئی نہیں۔ اور جب صورت یہ ہو کہ وہی مسافر اور وہی ملاح ہوں تو پھر ایسے وقت میں اغماض اور خاموشی نادانی ہی نہیں جُرم بن جاتی ہے۔ ...... آپ کراچی سے خیبر اور کوئٹہ سے لاہور جہاں جی چاہے چلے جائیے.... سفر میں حضر میں، شہروں میں، بستیوں میں، جنگلوں میں پہاڑوں میں، دفتروں میں، بازاروں میں، گھروں میں محفلوں میں، خلوتوں میں جلوتوں میں، ریلوں میں لاریوں میں، سڑکوں میں گلیوں میں، کسی مقام پر جائیے اور کسی سے بات کیجئے آپ کو بالعموم ہر شخص نالاں و گریاں دکھائی دے گا کہ پاکستان میں ظلم، ناانصافی، رشوت ستانی، بددیانتی، اعزّہ پروری، اقربا نوازی، بداخلاقی و بے حیائی عام ہوگئی ہے۔ عدالتوں میں، دفتروں میں، بازاروں میں، غرضیکہ جہاں بھی انسانوں کو انسان سے واسطہ پڑتا ہے کوئی معاملہ بھی اصول اور قانون کے ماتحت طے نہیں پاتا بلکہ ذاتی مفاد پرستیوں اور شخصی مصلحت کوشیوں کے مطابق فیصل ہوتا ہے۔ بڑے سے لے کر چھوٹے تک ہر صاحبِ اختیار اپنے اختیارات کو ذاتی مفاد کے لئے استعمال کر رہا ہے، رشوت کے چرچے کُھلے بندوں ہوتے ہیں، مراعات کی خرید و فروخت علی الاعلان ہوتی ہے اور جو چیزیں بازاروں میں علی الاعلان بکتی نہیں وہ اندھیری کوٹھڑیوں میں بلیک مارکیٹ کی سیاہ چادر کے نیچے فروخت ہوتی ہیں۔ دفاتری شعبوں میں حکامِ بالا ماتحتوں کی نالائقی اور کام چوری سے نالاں ہیں اور ماتحت افسرانِ بالا کی حرام خوری اور اعزّہ نوازی کے شاکی، محتسبین کے متعلق شکایت ہے کہ سُوئی کی چوری پر کُہرام مچا دیا جاتا ہے اور پہاڑ کے پہاڑ نہایت صفائی سے ہضم

کرا دیئے جاتے ہیں۔ یہ باتیں ہر شخص کی زبان پر ہیں۔ اس میں شک اسی کو ہو سکتا ہے جو کبھی اپنے معاملات کی خلوتوں سے باہر نکل کر عوام سے ملا جلا نہیں یا اگر کبھی باہر آتا ہے تو ان سرکاری نمائندوں کے نرغے میں گھرا رہتا ہے جن کا منصب ہی یہی ہے کہ وہ نہ عوام کو ان کے قریب ہونے دیں نہ ان کی کوئی بات ان کے کان تک پہنچنے دیں اور ہر سوال کے جواب میں "ہر طرح خیریت ہے" کہہ کر ان کے حُسنِ انتظام اور شائستگی نظم ونسق کے قصیدے پڑھتے رہیں۔ سُنا ہے کہ پچھلے زمانے میں بادشاہ راتوں کو بھیس بدل کر رعایا کے حالات معلوم کیا کرتے اور یہ سُنا کرتے تھے ——— کہتی ہے ان کو خلقِ خدا غائبانہ کیا ——— ہمارا خیال ہے کہ ہر وہ صاحب اقتدار جسے ان حقائق کی صداقت میں جو اُوپر گذارش کئے گئے ہیں، کچھ شُبہ ہو، اس طرح سے بھیس بدل کر کہیں سُنیں کہ لوگ کیا کیا کہہ رہے ہیں، تو وہ خود اس کی شہادت دیں کہ لوگوں کے احساسات اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں جو ہم نے بیان کئے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں سے عام طور پر ضابطے اور اصول کا احترام اُٹھتا جا رہا ہے اور ان کے دلوں سے پاکستان کی حکومت کا اعتماد روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ عناصر جو شروع سے پاکستان کے مخالف چلے آرہے تھے لیکن آج اپنی مصلحت کوشیوں کے تحت پاکستان کی کُھلی کُھلی مخالفت نہیں کر سکتے وہ اِس صورتِ حالات سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور لوگوں کے جذبات کو اَور مشتعل کر رہے ہیں۔ اس سے کسی کے پیشِ نظر (خاکم بدہن) خود پاکستان کی تخریب ہے اور کسی کے سامنے حکومت کی کُرسیوں پر خود متمکن ہونے کی آرزو۔ ایک مردِ مومن نے کہا تھا کہ

سفینۂ برگِ گل بنالے گا قافلہ مورِ ناتواں کا

دوسرے مردِ مومن نے اس نیک فال کو پورا کرکے دکھا دیا ہے کہ

ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ طوفاں سے پار ہوگا

لیکن آج کاروانِ مورِ ناتواں کی یہ نرم و نازک کشتی ہے اور ہزاروں "خضرِ صورت" بدخواہ اس میں سوراخ کرنے کے درپے ہیں۔ جیسا کہ اُوپر کہا گیا ہے ان کی ان جرأتوں کا راز صرف اس میں ہے کہ یہاں وہ صورتِ حالات پیدا ہو گئی ہے جس کا ذکر اُوپر کیا جا چکا ہے۔

اگر کسی کو فطرت کے اس اٹل قانون پر یقین نہ بھی ہو کہ دُنیا میں کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا اگر اس میں ہر شئے اپنے مقام سے ہٹ چکی ہو تو بھی کم از کم تاریخ کی شہادتیں ہی اس کو اس نتیجہ پر پہنچانے کے لئے کافی ہونی چاہئیں کہ جو حالات ہمارے ہاں پیدا ہو چکے ہیں وہ بعینہٖ وہ نقشہ پیش کرتے ہیں جو سلطنتوں کے زوال کے وقت ہُوا کرتا ہے۔"

(ماہنامہ طلوعِ اسلام نومبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۵۸، ۵۹)

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اَشکِ مومن سرِ مژگاں چمکے ... جس طرح لعلِ بدخشاں چمکے
میری قسمت مرے یزداں چمکے ... میرا ایماں، مرا ایقاں چمکے
جب کوئی نعت لکھی کاغذ پر ... سیرتِ پاکؐ کے عنواں چمکے
دِل نے جب پائی درودوں سے جِلا ... رنگہائے رُخِ ایماں چمکے
شہرتِ عام ہوئی ان کو نصیب ... کس قدر صاحبِ ایماں چمکے
نعت لکھّے جو عقیدت سے کوئی ... مثلِ خورشیدِ درخشاں چمکے
اُسوۂ پاکؐ بنے مشعلِ راہ ... کاش ہر مردِ مسلماں چمکے

مدحتِ شاہ کی برکت سے سلیمؔ
منظرِ بخششِ عصیاں چمکے

سلیم شاہجہانپوری

خلاصہ خطبات حضور امام جماعت احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ الملک کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں :-

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝

فرمایا کہ اِن آیات کے مطالعہ سے بظاہر ایک نظر آنے والا تضاد دکھائی دیتا ہے اور اگر مزید گہری نظر سے دیکھا جائے تو وہ تضاد دُور ہو کر اس مضمون کے درمیان ایک نہایت ہی حسین موافقت نظر آتی ہے۔

فرمایا جس بظاہر نظر آنے والے تضاد کا میں نے ذکر کیا ہے میں واضح طور پر آپ کے سامنے اس کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: ایک طرف تو یہ مضمون باندھا گیا ہے کہ ساری کائنات کا فلسفۂ حیات یہ ہے کہ تم موت اور زندگی کو باہم مقابل دیکھتے ہو اور دوسری طرف فرمایا گیا کہ تم کوئی تفاوت نہیں دیکھو گے۔ فرمایا یہ دونوں اعلان ایک دوسرے کے سامنے کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔

پھر حضور نے تفاوت کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فاتَ کے اصل معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز ہاتھ سے کھوئی جائے، اپنے منصب اور مقام سے ہٹ جائے۔ پس فاتَ کے لفظ کے اندر اس مسئلہ کا حل ہے۔ وہ مقابلہ جس کا تفاوت کے لفظ میں ذکر کیا گیا ہے اس کے معنی فلسفۂ حیات سے ہٹ کر اور اپنے منصب سے ہٹ کر مقابلہ کرنے کے ہیں۔ فرمایا: اس فلسفۂ وجود میں تمام دُنیا کے نظاموں کی حفاظت کا راز بیان فرما دیا گیا ہے۔ نظامِ جماعت کی حفاظت کے لئے بھی یہ انتہائی ضروری ہے اور ہمارے معاشرہ کی حفاظت کے لئے

بھی نہایت ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کی اِن آیات میں بیان فرمودہ بنیادی فرق پر غور کریں اور اس کو مضبوطی سے پکڑلیں اس کے بغیر ہماری قومی زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

فرمایا: آجکل کئی ایسے مسائل میرے پیشِ نظر ہیں جن کے متعلق مَیں سمجھتا ہوں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے قبل ان کی نوعیت، ان کی ماہیت کو خوب کھول کھول کر جماعت کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ خدا کے حضور مَیں بَری الذمّہ ہوجاؤں۔ فرمایا: ایک بُرائی کسی جماعت کے سامنے آتی ہے اگر منتظمین جماعت اس بُرائی پر غور کرتے ہوئے پہلے اپنی حیثیت کا تعیّن کریں کہ ہمارا منصب کیا ہے اور بے وجہ اس بُرائی سے ٹکرانے کی خاطر اپنے منصب اور اپنے دائرے سے الگ نہ ہوں تو کوئی تفاوت آپ کو نظر نہ آئے گا اور اس کے نتیجہ میں کوئی فتور پیدا نہ ہوگا۔

فرمایا: مجلسِ عاملہ ایک نظامِ جماعت کے تابع مخصوص کاموں کے لئے مقرر کی جاتی ہے۔ ان کا یہ کام ہرگز نہیں کہ انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے قاضی بن جائیں۔ قضاء کا الگ نظام موجود ہے۔ میاں بیوی کا جھگڑا ہوتا ہے مجلسِ عاملہ خود ہی اس پر غور کرنے بیٹھ جاتی ہے اور خود ہی فیصلے کرتی ہے۔ خود ہی فتوے دیتی ہے قضاء اور افتاء کے دونوں نظام اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں فحشات پھیلاتی ہے ایسے کاموں کے لئے مجلسِ عاملہ کو مقرر ہی نہیں کیا گیا۔ فرمایا: اگر وہ اِس طرح کریں گی اور جن کی حق تلفی کی جائے گی اور جن کو ٹکراؤ کی اجازت دی جائے گی اگر وہ ٹکراؤ کریں گے تو سارا نظامِ جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور اگر وہ ٹکراؤ نہ بھی کریں تو تب بھی یہ مجلسِ عاملہ ظالم رہے گی جس نے ناجائز ظلم کیا۔ فرمایا ضروری ہے کہ ساری جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے یہ سارے معاملات ان کے سامنے لائے جائیں تاکہ قرآن کریم کی اِن آیات کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی قسم کی تصادم کی صورت کبھی جماعتِ احمدیہ میں پیدا نہ ہو۔

فرمایا: ایک موقع پر تو مجلسِ عاملہ کی ممبرات کے سامنے ایک واویلا کرنے والی لڑکی نے اپنی یکطرفہ ظلم و سِتم کی داستان سُناتے ہوئے اپنی زبان درازیوں میں خلیفۂ وقت کو بھی نہیں چھوڑا کہ خلیفۂ وقت نے اپنے حواریوں کی یکطرفہ باتیں سُنکر اس کے والدین سے بھی بائیکاٹ شروع کر دیا ہے۔ فرمایا اس وقت بھی کسی کو خدا کا خوف نہیں آیا کہ اب حملہ ایسی جگہ پر کیا جارہا ہے جہاں حد سے زیادہ تصادم ہے کسی نے اس کو نہیں کہا کہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر تو ہم نے منصف سمجھ کے بیعت کی ہوئی ہے تم ایسے شخص کے عدل پر الزام لگا رہی ہو۔ اب تمہاری مزید باتیں ہم ہرگز نہیں سُنیں گی۔ حضور نے فرمایا منافق بھی اسی طرح حملے کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد اُٹھانے کے لئے اِسی طرح باتیں کی گئی تھیں۔ اب بھی معاشرہ میں جب خلیفۂ وقت پر حملہ کیا جاتا ہے یا پہلے جب کیا گیا ہمیشہ اسی طرح کیا گیا کہ اس کے اُوپر ایک الزام کو تسلیم کر کے اس کی وجۂ جواز بیان کی جاتی

ہے۔ قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے آپ کی راہنمائی کر دی ہے کہ اسی طرح حملے ہوتے ہیں۔ باخبر رہو اور اپنے مقام سے آگے نہ نکلو۔ ہاں اگر تم سمجھتے ہو کہ خلیفۂ وقت ایسا ہے کہ یکطرفہ باتیں سُنکر فیصلے کرتا ہے تو پھر بیعت سے الگ ہو جاؤ۔ بیعت پر قائم رہتے ہوئے تمہیں تصادم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

فرمایا: جہاں تک معاشرے کا تعلق ہے جو شخص بھی اپنے دائرے اور مقام سے نکل کر بات کرتا ہے ساری جماعت کو اِس بات کا حق ہے اس کا فرض ہے کہ اس کو متوجّہ کریں کہ جہاں تک قرآنی تعلیم کا تعلق ہے تم ہمارے نزدیک مفسد ہو۔ ہم یہ دعویٰ قبول نہیں کریں گے کہ تم نے اصلاح کی خاطر بات کی۔ یہ دعویٰ تم جانو یا خدا جانے ہمیں اس سے غرض نہیں لیکن جو کام تم کر رہے ہو اس کے نتیجہ میں جماعت میں فتنہ و فساد ہو گا۔ فرمایا اِتنی واضح نصیحت کے باوجود اگر آپ بار بار اِن باتوں کو نظر انداز کریں گے۔ بار بار نصیحت کو سُنیں گے اور پھر بھی فحشاء کو اپنے اندر پھیلنے دیں گے تو آپ قومی مجرم ہیں۔ اِس لئے ساری دُنیا کے احمدیوں کو اِس بات میں متنبّہ ہو جانا چاہیئے کہ جو اختیار ان کو دیا گیا ہے اس سے انہوں نے نہیں ہٹنا اور اپنے مقام کو نہیں چھوڑنا قرآن کریم نے کھول کھول کر آپ کے لئے بیان فرما دیا ہے کہ ان اصولوں سے ہٹو گے تو موت کے سوا تمہارا کوئی مقدّر نہیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ دسمبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِ انور نے آیتِ قرآنی

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝ (النجم آیت ۲۷)

کی تلاوت فرمائی اور اس کے پیشِ نظر شفاعت کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ شفاعت اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو شفاعت کا حق نہیں۔ فرشتے اور انبیاء بھی جبتک ان کو اذنِ الٰہی نہ ہو شفاعت نہیں کر سکتے۔ لیکن شفاعت کا نظام جاری سِلسلہ ہے جو خدا کی مرضی سے حرکت میں آتا ہے اور ہر وقت آسمان پر ایسے فرشتے مامور ہیں جو شفاعت کے منصب پر قائم کئے جاتے ہیں وہ فرشتے کونسے ہیں اور ان سے کیسے تعلق ہو اور شفاعت کا مضمون کیسے جاری ہو۔ کیا ان کو بعض دوسرے فرشتوں پر ترجیح دی جائے۔ اِن سوالات پر حضور نے بڑی تفصیل سے بحث فرمائی اور بتایا کہ جس طرح تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان رسالت کے اعتبار سے فرق نہیں کیا جاسکتا یہی مضمون ملائک پر چسپاں ہوتا ہے کہ تمام ملائک پر ایمان لانا ضروری ہے اور کسی فرشتے سے ایسی دوستی کی

اجازت نہیں دی جاسکتی جو دوسرے فرشتے سے تعلق توڑنے پر منتج ہو۔

فرمایا: تمام کائنات کا ہر قانون بعض ملائک کے تابع کار فرما ہے اور فرشتوں سے تعلق کے لئے اُس نظام کو سمجھنا ضروری ہے اِس کے بغیر اُن کے ساتھ تعلق نہیں ہو سکتا اور اس کے بغیر فرشتوں کی دعاؤں اور استغفار سے جو وہ ایمان لانے والوں کے لئے کرتے ہیں فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اور نہ کوئی شفاعت کا اہل ہو سکتا ہے۔

فرمایا: شفاعت کے اندر ہم آہنگی اور مزاج کے ایک ہونے کا مفہوم ہے اِس لئے فرشتے جن کاموں پر مامور ہیں اگر کوئی انسان ان کے کاموں میں ان کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے تو اس کا فرشتوں سے ایک تعلق قائم ہو جائے گا جس نیکی میں وہ انسان ترقی کرتا جائے گا اس نیکی کے فرشتے سے اس کا تعلق قائم ہوتا چلا جائے گا۔ پھر فرشتے کا کام ہے کہ وہ اس تعلق کے نتیجہ میں اس کے لئے دعا اور استغفار کرے۔ اگر فرشتوں جیسی بات پیدا نہ ہو سکے اور ان کے مزاج کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو تو پھر اپنی دعا کے لئے عظیم الشّان توقعات فرضی ہیں۔ اسی طرح اگر آپ ان معاملات میں فرشتوں کے مقاصد سے ٹکرانے والی باتیں کر رہے ہوں تو یہ وہم دل سے نکال دیں کہ ان مواقع پر فرشتوں کی مدد تو آپ کو حاصل ہو جب آپ ضرورت مند ہوں۔ مثلاً ایک شخص دوسروں کے مال کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتا تو جب وہ خود ایسے ابتلاء میں پڑتا ہے تو یہ امید رکھنا کہ اس کے لئے شفاعت کا مضمون جاری ہو بڑی حماقت ہے۔

فرمایا: فرشتوں سے تعلق قائم کرنے کے لئے ان سے ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ جس جس صفت میں آپ ان کے ہم آہنگ ہونا شروع ہوں گے اس میں خدا تعالیٰ غیر معمولی قوتیں عطا کرنا شروع فرمائے گا لیکن شفاعت کا اِذن خدا کی طرف سے ہوگا کیونکہ فرشتے اِس بات کے نااہل ہیں کہ کسی شخص کی ہم آہنگی کو جان سکیں کہ وہ للّٰہی ہی ہے یا اس میں کوئی اور وجہ مخفی ہے اِس لئے لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى کی شرط لگا دی۔ جن بندوں کے متعلق خدا چاہتا ہے ان کے لئے فرشتے شفاعت کی اجازت دیتے ہیں یا یہ کہ جن فرشتوں کو خدا چاہے شفاعت کی اجازت دیتا ہے ہر فرشتے کو نہیں۔

فرمایا: شفاعت کا مضمون ان کے لئے حرکت میں آتا ہے جن کا تعلق براہِ راست خدا کے فرشتوں سے ایسا غیر معمولی ہو کہ اس تعلق کے اندر عام قانون سے ایک الگ بات پیدا ہو جائے یا اس سے محبت کرنے والا ایسا ہو جو خود ان لوگوں میں شامل ہو۔

آخر پر فرمایا کہ شفاعت کے مضمون پر غور کرتے ہوئے اسیرانِ راہِ مولیٰ کا مجھے خیال آیا تو میری توجہ اس طرف ہوئی کہ باوجود دعاؤں کے اِبتلاء لمبا ہوتا جا رہا ہے کیونکہ نہ ہم ان کی خاطر معصوم اسیران خواہ وہ کسی

مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہوں ان کی بہبود کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کریں تاکہ خدا کے اُن فرشتوں سے ہمارا تعلق قائم ہو جو اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوتے ہیں اس لئے ساری جماعت احمدیہ ساری دنیا میں اس طرف توجہ کرے اور اسیروں کی بہبودی کے لئے کام کرے تاکہ خدا کے فرشتے ہمارے ان بھائیوں کے لئے اعجاز دکھائیں۔ اور خدا کے حضور شفاعت کریں جو اسیرانِ راہِ مولیٰ ہیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ المؤمن کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی :-

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ٥

حضور نے ترجمہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان آیات میں فتح و نصرت کو قریب تر لانے کے جو اسباب بیان ہوئے ہیں ان کو سمجھنے کے بعد انسان پہلے سے زیادہ دعوت الی اللہ کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ دوست جن کی دعوتِ الی اللہ کو پھل نہیں لگتے اُن کے لئے اِن میں علاج بتایا گیا ہے۔ خدا نے جس نصرت کا وعدہ فرمایا ہے کہ جوق در جوق لوگ دینِ حق میں داخل ہوں گے اس نصرت سے پہلے اوّلاً صبر کی تلقین فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ صبر کرنے والوں کے سوا دوسرے لوگ اس عظیم الشان فتح کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب غیر سے مقابلہ ہوتا ہے اور ایک طرف اِنتہائی کمزور اور دوسری طرف انتہائی بڑی طاقت ہوتی ہے تو کمزور استقلال اختیار کر ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے اندر غیر معمولی صبر کی طاقت موجود نہ ہو۔

فرمایا: صبر کے اندر دو مفہوم داخل ہیں۔ ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرتے جانا اور کسی قسم کی مایوسی کا اظہار نہ کرنا۔ دوسرے یقین کامل رکھنا کہ مَیں بہرحال ضرور غالب آؤں گا۔ فرمایا صبر اور یقین کا چولی دامن کا ساتھ ہے صبر وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے مقصد کے غلبے پر کامل یقین رکھتے ہوں اور متذبذب نہ ہوں۔ یقین میں کمی آئیگی تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ صبر کے ساتھ خدا کے وعدے پورے ہونے کا بھی تعلق ہے جو صبر کرتے ہیں ان کے حق میں خدا کا وعدہ آیا کرتا ہے اور جو صبر چھوڑ دیتے ہیں ان کے لئے وعدہ پورا نہیں ہوا کرتا۔

فرمایا: ہر داعی الی اللہ کو یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیئے کہ صبر کے بغیر نہ دعوتِ الی اللہ ہو سکتی ہے اور نہ صبر کے بغیر فتح کا دن دیکھنا نصیب ہو سکتا ہے۔ صبر کے بغیر انسان اچھی باتوں پر بھی قائم نہیں رہ سکتا اور نہ ہی

صبر کے بغیر ممکن ہے کہ انسان مایوسی سے بچ سکے اور اپنی نیکیوں پر استقلال اختیار کر سکے اِس لئے اِس یقین کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ بالآخر یقیناً فتح کا دن طلوع فرمائے گا۔ ہر داعی اِلی اللہ کے لئے صبر بہت ضروری ہے۔

آیت کے دوسرے حصّہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہر داعی اِلی اللہ کے لئے اپنی اندرونی صفائی کی طرف توجہ کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ چونکہ اِس کے بغیر دعوتِ اِلی اللہ میں طاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ دعوتِ اِلی اللہ کا تعلق اعمالِ صالحہ سے ہے کیونکہ جتنی زیادہ کسی کو نیکی کی توفیق ملتی ہے اتنا ہی اس کی بات میں وزن پیدا ہوتا ہے اور جتنا ہلکا اور کھوکھلا انسان ہو خواہ وہ کیسی ہی عمدہ تقریریں کرنے والا ہو، دلائل میں کیسا ہی غالب آنے کی اہلیّت رکھتا ہو اس کی بات میں وزن پیدا نہیں ہوتا اِس لئے ہر داعی الی اللہ کو اعمالِ صالحہ کی طرف بھی توجّہ کرنی ہوگی۔ اگر تم ایسا کرو گے اور اپنے اندرونے کی طرف نگاہ رکھو گے اور پھر خدا سے مدد مانگتے رہو گے تو تمہاری دعوت میں طاقت پیدا ہو جائے گی اور فتح کا دن لازماً آئے گا۔

فرمایا: استغفار کا نصیحت کے ساتھ گہرا تعلق ہے جتنا انسان اپنی کمزوریوں کی طرف توجّہ رکھتے ہوئے خدا سے مانگتا رہے کہ اے خدا جو کام تم نے سارے عالَم کو نصیحت کا میرے سپرد فرمایا ہے اس کی مَیں اہلیّت نہیں رکھتا مَیں تو تیرے حکم کے تابع نصیحت کر رہا ہوں اِس زُعم میں نہیں کہ مَیں اتنا ولی اللہ بن چکا ہوں کہ لوگوں کو اپنی طرف بُلاؤں تو اس کی نصیحت میں اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ جو انکسار ہے یہ دعوت اِلی اللہ میں طاقت پیدا کرتا ہے ایسا انسان جو مؤثر داعی اِلی اللہ بننا چاہتا ہے وہ اِس نکتے کو نظر انداز کر کے کبھی مؤثر داعی اِلی اللہ نہیں بن سکتا۔

فرمایا: جو داعی اِلی اللہ نصیحت کرتے وقت خدا تعالیٰ سے بخشش مانگتا رہتا ہے تو اس کی نصیحت میں خدا کی تسبیح وتحمید کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا اِس کے برعکس کچھ لوگ ہیں جو خدا کے نام کو پھیلانے والوں کے خلاف ایک مہم کا آغاز کرتے ہیں وہ طاقت میں بڑے ہوتے ہیں اور جھگڑے میں شدید ہوتے ہیں۔ وہ بغیر کسی غالب اور روشن دلیل کے حملہ کرتے ہیں وہ گھٹیا اور ذلیل باتیں کرتے ہیں۔ خدا نے ان کو کوئی دلیل عطا نہیں کی ہوتی جسکے نتیجہ میں وہ دُنیا میں غالب آنے کے خواب وخیال بھی دیکھ سکیں کیونکہ غلبہ اور سلطانی غالب دلیلوں کے ساتھ عطا کی جاتی ہے اس کے بغیر سلطانیاں چھین لی جاتی ہیں اور سلطانوں کو فقیر بنا دیا جاتا ہے۔ فرمایا وہ صرف دُنیا کی طاقت کے بَل بوتے پر خدا والوں کو مغلوب کرنے کے لئے نکلتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا یہ کِبر جاتا رہیگا ان کی ساری طاقتیں چھین لی جائیں گی اور اگر وہ خدا کی جماعت کی مخالفت کے نتیجہ میں دُنیا کی کوئی بڑائی حاصل کرنا چاہیں گے تو وہ دُنیا میں ذلیل، رُسوا اور نہتّے کر دیئے جائیں۔

آخر میں حضور نے بتایا کہ صبر، استغفار، یقینِ کامل اور انکسار اور تسبیح وتحمید غالب آنے والی قوموں

کے لئے بہت ضروری ہتھیار ہیں اگر وہ ان ہتھیاروں کے بغیر لڑیں گے تو یہ ان کی سادگی ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے اور اگر وہ ان ہتھیاروں کو سجائیں گے اور ان پر بھروسہ کرتے ہوئے صبر کے ساتھ آگے بڑھیں گے تو خدا کا وعدہ ہے کہ سلطان ان کے مقدر میں ہے اور ان کا دشمن ہر سلطان سے محروم کر دیا جائے گا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍دسمبر ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الجاثیہ کی درج ذیل آیت تلاوت فرمائی:-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

فرمایا کہ عام طور پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ محض زبان سے اِس بات کا اقرار کر لینا کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس پر دل سے مطمئن ہو جانا اور عملاً کسی دوسرے کے سامنے سر نہ جھکانا توحید ہے اور ایسا کرنے سے انسان مؤحّد بن جاتا ہے اور یہ اس کے سفر کی آخری منزل ہے۔ فرمایا یہ خیال درست نہیں۔ قرآن کریم نے جس توحید پر زور دیا ہے اس کا سفر انسانی زندگی کے لمحہ لمحہ پر حاوی ہے اور یہ سادہ سا خیال کر لینا کہ محض زبان کے اقرار سے اور دل کے اطمینان سے یا ظاہری طور پر غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکانے سے انسان مؤحّد بن جاتا ہے اور توحید کا سفر یہ تین قدم ہے حقیقت سے دُور تصوّر ہے۔

فرمایا: قرآن کریم نے متعدد دفعہ مختلف مخفی بُتوں کا ذکر فرمایا ہے اور شیطان کے مخفی حملوں سے آگاہ کیا ہے اِس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ان تین قدموں کے طے کرنے کے بعد ان مخفی بُتوں سے غافل رہتے ہوئے بھی انسان کامل مؤحّد بن جائے۔ حضور نے بتایا کہ شیطان کا سب سے بڑا حملہ توحید پر ہوتا ہے اور مختلف بھیس بدل کر ظاہر ہوتا ہے اور انسان کی توحید کے تعلق میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کبھی وہ نفس کی خواہش بن کر ظاہر ہوتا ہے اور انسان کو نفس کی تمنا کا غلام بنا دیتا ہے اور اس کو یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ شرک کر رہا ہے اور شیطان کی طرف سے سب سے خطرناک حملہ یہی شرک ہے جو اِس آیت کا مرکزی نقطہ ہے۔ ایسے بندے تو بہت شاذ ملتے ہیں جو شیطان کو اپنا معبود قرار دے دیں لیکن وہ اپنے نفس کو معبود بنا کر شیطان کے حملہ کا شکار ہو جاتے ہیں اِس لئے توحید صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار اور عملی اظہار ہی نہیں بلکہ اس کے تمام منفی احتمالات سے متنبّہ رہنا اور توحید کے ہر مثبت پہلو کو اختیار کرنے کی کوشش

کرتے رہنا توحید ہے۔

فرمایا: نفس کو معبود بنا لینا بہت ہی خطرناک شرک ہے لیکن اِس کے باوجود روزمرّہ کی زندگی میں اس فرضی خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور زندگی کے ہر شعبہ پر اور روزمرّہ کے فیصلوں میں یہ شرک دخل دیتا ہے اور رفتہ رفتہ بیماری کی طرح پھیل کر انسان کو گھیرے میں لے لیتا ہے پھر یہ مذہب میں داخل ہو جاتا ہے۔ خدا کے فیصلوں کے خلاف اپنے فیصلے منوانے کی عادتِ مستمرّہ انسان میں پیدا ہو جاتی ہے اور پھر یہ شرک عبادت میں بھی داخل ہو جاتا ہے اِس لئے کامل مؤحّد بننے کے لئے شرک کے خلاف عمر بھر کا جہاد ہے۔

فرمایا: ہر احمدی کو خصوصیّت کے ساتھ اِس امر کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے کہ وہ محض اپنے اقرارِ توحید سے مؤحّد نہیں بن گیا بلکہ اقرارِ توحید کے بعد اس کی اصل لڑائی شیطان سے شروع ہوئی ہے۔ یہ مُنہ کا اقرار فتح کا شادیانہ نہیں بلکہ اعلانِ جنگ کا بِگل ہے۔ جو شخص حقیقتاً توحید کا اقرار کرتا ہے وہ ایک میدانِ جنگ میں داخل ہو رہا ہے اور پھر اس کی تمام عمر ایک عظیم مجاہدہ میں صَرف ہوتی ہے اور شیطان جس جس پہلو سے انسان کی توحید پر حملے کرتا ہے مؤحّد ہر اس پہلو سے اس کے ساتھ لڑائی کرتا ہے لیکن مومن جیت نہیں سکتا جب تک خدا سے مدد نہ مانگتا رہے وہ ہر لمحہ اپنی عبادت کے خلوص کے لئے اور دعویٰ توحید کے اثبات کے لئے خدا کا محتاج رہتا ہے۔ خدا کی مدد کے سوا شیطان سے یہ جنگ جیتی نہیں جا سکتی اِس لئے اپنی عبادت کی حفاظت کریں۔ اپنے دین کو خدا کے لئے خالص کریں۔ آپ کا میلان ہمیشہ خدا کی طرف ہو۔ جب گِریں خدا کی طرف گِریں دوسری طرف نہ گِریں۔

فرمایا: جس کا میلان ایسا ہو جائے وہ اِس بات کا اہل ہو جاتا ہے کہ نماز کو قائم کرے۔ ایسے لوگوں کی نماز ان کی نماز بن جاتی ہے اور خدا کے حضور ان کی نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔

فرمایا: عبادت کی حفاظت سب سے اہم ہے اور عبادت سے شرک کی بیخ کنی ایک مسلسل جدّوجُہد کا نام ہے اور توحید کی جان عبادت ہے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے لفظ نے اِس عبادت کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ وہ عبادت ہی اصل ہے جو غیر اللہ کے خیال سے پاک ہے۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ کی مدد مانگنا بہت ضروری ہے۔

فرمایا: توحید کے جہاد کے لئے ہر جگہ میدان کُھلے ہیں اور میدانِ کارزار گرم ہیں۔ آپ کے نفوس کے اندر یہ لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ شیطان کے صرف ظاہری مظاہر کے خلاف ہی خدا کے مؤحّد بندے نبرد آزما نہیں بلکہ ہر سینے میں جہاد کا میدان کُھلا ہؤا ہے اِس لئے آپ اس جہاد سے باخبر ہو جائیں۔ یہ جہاد جو آپ کے سینوں میں جاری ہے بالعموم اس کا حق ادا نہیں کیا جا رہا اِس لئے اس کی طرف خصوصی توجّہ دیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس کے مؤحّد بندے بن جائیں کیونکہ جو مؤحّد بن جاتے ہیں ان پر کبھی موت نہیں آتی۔ مؤحّد پر دُنیا کی کوئی طاقت ہاتھ نہیں ڈال سکتی وہ ناقابلِ تسخیر چیز بن جاتا ہے۔ تمام دُنیا پر غلبہ مؤحّد بنے بغیر نہیں ہو سکتا اگر آپ مؤحّد بن جائیں تو ترقی پر ترقی آپ کے نصیب میں لکھی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ٭

درسِ حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قیامِ شریعت

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔اے، ایم لٹ (آکسن)

(۱)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ

(الاحزاب : ۷۳)

فرمایا ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں کے سامنے اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن ان سب نے اس امانت کو اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس کو اٹھانے سے ڈر گئے۔ ہاں ایک کامل انسان یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور انہوں نے ہماری اس امانت کو اُٹھالیا اور پھر آپؐ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری امانت کا بوجھ وہی ہستی اُٹھا سکتی تھی جس میں دو بنیادی خوبیاں پائی جائیں (اور وہ اتم اور اکمل طور پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھیں) اوّل یہ کہ وہ ظَلُوۡمًا ہو یعنی ہماری امانت کی ذمہ داری اُٹھانے کے نتیجہ میں وہ اپنے نفس پر بڑے سے بڑا ظلم کر سکتا ہو اور اس راہ میں اپنی جان پر آنے والی تکالیف کی اُس کو کچھ بھی پرواہ نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ جَہُوۡلًا ہو یعنی اِس بات سے بھی وہ بے خوف ہو کہ اس امانت کا بوجھ اُٹھانے کے نتیجہ میں اس کو کن کن مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑے گا کیسے کیسے ظلم سہنے ہوں گے۔ کیسی کیسی مخالفتیں دیکھنی ہوں گی۔ کیسی کیسی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنی ہوں گی اور وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر پورے انشراح اور مستعدی سے خدا کی امانت کا حق ادا کرنے والا ہو۔

۲

جہاں حضورؐ سب انسانوں سے بڑھ کر عفو، رحم اور حُسنِ سلوک کرنے والے تھے وہاں آپؐ تمام انسانوں سے بڑھ کر خدا کی ذات اور اُس کے نام کے لئے غیرت رکھنے والے تھے۔ آپؐ کا عفو اور رحم نعوذ باللہ کسی بُزدلی کی وجہ سے تو نہیں تھا، نہیں، آپؐ تمام انسانوں سے زیادہ بہادر تھے اور آپؐ کی شجاعت کی شان اُس وقت نمایاں ہوتی تھی جب آپؐ اللہ کی ذات اور اس کے نام کے لئے اپنی غیرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور اللہ کی منشاء کو پورا کرتے وقت پھر آپؐ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

قرآن اِس بات کا شاہد ہے کہ کس طرح آپؐ نے اللہ کی امانت کا بوجھ اُٹھایا اور آپؐ کی تمام زندگی بھی اِس بات پر گواہ ہے کہ کس شان سے آپؐ نے اللہ کی منشا کو اور اُس کی شریعت کو دُنیا میں قائم کیا۔ آپؐ کی سیرت کا یہ پہلو کئی زاویوں کے ساتھ ہمارے سامنے آتا ہے۔ اِس وقت صرف چند ایک باتیں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

۳

• عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ امْرَءَةً سَرَقَتْ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا اِلٰى اُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهٗ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَ اُسَامَةُ تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُكَلِّمُنِىْ فِىْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ قَالَ اُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِىْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِىُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَاْتِىْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَرْفَعُ حَاجَتَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری کتاب المغازی)

باب مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح)

عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت مکہ میں حضورؐ کی موجودگی کے دنوں میں ایک عورت نے چوری کی۔ اس کی قوم (کے لوگ) فوراً اُسامہ بن زید کے پاس گھبرائے ہوئے پہنچے اور چاہا کہ وہ ان سے یعنی اُسامہ سے (حضورؐ کے پاس) سفارش کروائیں (کہ اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹا جائے) عروہ کہتے ہیں کہ جب اُسامہ نے اِس بارہ میں حضورؐ سے بات کی تو حضورؐ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور آپؐ نے اُسامہ کو فرمایا کہ کیا تم اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حد کے بارہ میں کہتے ہو (کہ میں اُس کو قائم نہ رکھوں) اس پر اُسامہ نے عرض کیا کہ حضورؐ آپؐ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے معاف کردے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب شام ہوئی تو حضورؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا جیسا کہ اُس کا حق ہے بیان کی پھر فرمایا (خدا کی حمد و ثنا کے بعد مَیں تم سے یہ کہتا ہوں) کہ تم سے پہلے ایسے لوگ تھے جن کو صرف اِس بات نے ہلاک کردیا کہ ان میں سے اگر کوئی معزز اور بڑا آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اگر ان میں سے کوئی چھوٹا اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اُس پر حد جاری کردیتے (اور آپؐ نے فرمایا) مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر فاطمہؓ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرتی تو مَیں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ پھر حضورؐ نے اُس (عورت) کے بارہ میں حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے سو اُس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ عروہ کہتے ہیں کہ اِس کے بعد اُس عورت نے چوری سے توبہ کرلی اور اپنی توبہ کو اچھی طرح نبھایا۔ پھر اس کی شادی بھی ہوگئی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعد میں وہ عورت اپنی کوئی نہ کوئی ضرورت میرے پاس لے کر آتی تھی اور اس کی جو ضرورت بھی ہوتی مَیں اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردیتی۔

(۴)

اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارہ میں حضورؐ بہت احتیاط فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہمیشہ آسان بات کو اختیار فرماتے لیکن جو بات ذرّہ بھر بھی خدا کی منشاء کے خلاف ہو حضورؐ ایسی بات کے قریب تک نہیں جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ گھر میں آتا ہوں کوئی کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں اُس کو کھانے کا خیال آتا ہے ہاتھ اُس کی طرف اُٹھتا ہے لیکن فوراً اِس خیال سے رُک جاتا ہوں کہ کہیں صدقہ کی کھجوروں میں سے نہ ہو۔ ایک اَور حدیث سے بھی حضورؐ کی اِس احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ بخاری کی حدیث ہے :-

• عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَاءِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ

اِلَيْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَحْبِسَنِىْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ۔

(بخاری کتاب الاذان باب من صلی بالنّاس فذکر حاجته فتخطّاهم)

حضرت عقبہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک دن مدینہ میں حضورؐ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی جب حضورؐ نے سلام پھیرا تو حضورؐ جلدی سے اُٹھے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حُجرہ کو چلے گئے۔ حضورؐ کے اِس طرح جلدی سے اُٹھ کر چلے جانے سے لوگ گھبرا گئے (یہ بات حضورؐ کے معمول کے خلاف تھی) پھر حضورؐ باہر ان کے پاس آئے اور حضورؐ نے محسوس کیا کہ آپؐ کے اِس طرح جلدی سے چلے جانے پر صحابہؓ نے تعجب کیا ہے اِس لئے حضورؐ نے انہیں فرمایا کہ (نماز پڑھتے ہوئے) مجھے یاد آیا کہ کچھ سونا ہمارے ہاں پڑا ہؤا ہے (اور تقسیم ہونے سے رہ گیا ہے) اور میری طبیعت پر یہ بات ناگوار گزری کہ وہ (بغیر تقسیم ہوئے) میرے پاس پڑا رہے (اِس لئے مَیں اندر گیا) اور حکم دیا کہ اُس کو تقسیم کر دیا جائے۔

۵

حضورؐ کو اللہ کے احکام کو پُورا کرتے ہوئے کبھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ لوگ آپ کے متعلق کیا سوچیں گے۔ کمزور ایمان والے لوگ بھی تھے اور بعض مواقع پر ایسے لوگوں کو حضورؐ پر بدظنی بھی ہو جاتی تھی لیکن اللہ کے احکام کے مقابل پر حضورؐ نے کبھی ایسے لوگوں کی اور ان کی سوچ کی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ اللہ کی منشاء کو پورا کیا خواہ اللہ کی منشاء اور حضورؐ کا عمل کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے۔

• عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فِىْ شَرِيْجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِىُّ اَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ.....

(بخاری کتاب التفسیر باب فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ)

اِس حدیث میں پہاڑی نالہ کے پانی کی تقسیم کے بارہ میں حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کے مابین تنازعہ کا ذکر ہے۔ اس نالہ کا پانی پہلے حضرت زبیرؓ کی زمین پر آتا تھا کیونکہ وہ اُونچی جگہ پر تھی پھر ان کی زمین سے ہوتا ہؤا انصاری کی نشیب والی زمین پر جاتا تھا۔ شرعاً حضرت زبیرؓ کا حق پانی پر مقدم تھا۔ حضورؐ نے پہلے جو فیصلہ کیا ہے

اُس میں دونوں کی رعایت رکھی ہے۔ حضرت زبیرؓ حضورؐ کے خاندان میں سے تھے اور حضورؐ ان کے بزرگ ہونے کی حیثیت سے ان سے ایثار کے طور پر حق چھوڑوا سکتے تھے حضرت زبیرؓ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن انصاری کو ہوًا جس پر آپؐ نے وہ فیصلہ فرمایا جس کے مطابق حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا شرعی حق ملا اور آپ نے اِس بات کی پرواہ نہیں کی کہ وہ انصاری حضورؐ کے بارہ میں کیا سوچتے ہیں۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ

عروہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کا کسی انصاری سے ایک پہاڑی نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا (جو حضرت زبیرؓ کی زمین سے گزرتا تھا) حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کو فرمایا کہ زبیرؓ پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دے لو (اور جب تمہاری ضرورت پوری ہو جائے) تو پانی اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو۔ اِس پر انصاری نے کہا کہ حضورؐ نے یہ فیصلہ اِس لئے کیا ہے تا کہ زبیرؓ آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی ہے (یہ سُنکر) حضورؐ کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو فرمایا کہ زبیر تم اپنی زمین کو پانی پلاؤ پھر تم پانی کو اپنی زمین کی منڈیروں تک بھرنے دو اور اس کے بعد اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑو.....

۶

ایک اور باریک پہلو جو ہمیشہ حضورؐ کو قیامِ شریعت میں مدِّ نظر رہا وہ یہ تھا کہ اصل چیز شریعت کی رُوح ہے اور شریعت کی رُوح اللہ کی رضا ہے۔ اگر کوئی عمل خواہ بظاہر کتنا ہی اچھا ہو اُس میں خدا کی رضا مدِّ نظر نہیں تو ایسا عمل بیکار ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ کی تربیت میں ہمیشہ اِس بات کو مدِّ نظر رکھا کہ ان میں یہ رُوح ہمیشہ زندہ رہے اِس سلسلہ میں احادیث میں کئی واقعات ملتے ہیں۔ ایک عرض کرتا ہوں :-

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ فَلَمَّا انْصَرَفَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ اِذَا اَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ فَقَالَ الْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِهِنَّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتّٰى اِعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ۔

(بخاری کتاب الاعتکاف باب الاخبیۃ فی المسجد)

حضرت عبد الرحمٰن سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے (رمضان میں) اعتکاف کا ارادہ کیا اور جب مسجد میں جس جگہ اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ کرتے تھے وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں اور بھی خیمے لگے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا خیمہ تھا حضرت حفصہؓ کا خیمہ تھا حضرت زینبؓ کا خیمہ تھا (دوسری جگہ یہ تفصیل آتی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے اعتکاف کی اجازت مانگی تھی اور حضرت حفصہؓ کو معلوم ہوًا تو انہوں نے

اپنا خیمہ لگوا لیا پھر حضرت زینبؓ کو پتہ لگا تو انہوں نے بھی اپنا خیمہ لگوا لیا) اس پر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نیکی کو اِن خیموں کے ساتھ وابستہ سمجھتی ہو (یعنی کیا آپس کی رقابت کی وجہ سے خیمے لگوا کر یہ سمجھتی ہو کہ ہم نیکی کر رہی ہیں) پھر آپؐ بغیر اعتکاف بیٹھے وہاں سے چلے گئے اور آپؐ نے شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔

۷

آپؐ نے (حضورؐ نے) یہ بھی سبق سکھایا کہ شریعت اور قانون انسان کے لئے بنایا گیا ہے انسان شریعت اور قانون کے لئے نہیں بنایا گیا اور شریعت انسان پر انفرادی یا اجتماعی طور پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتی جو انسان کو پیس دے بلکہ شریعت یعنی قانون خاص طور پر شریعتِ محمدیہ تو اِس لئے ہے کہ خدا کی طرف انسان کا راستہ آسان کر دے۔ یہ بات کہہ رہا ہوں تو قرآن کریم کے بہت سے اصولی ارشادات اور حضورؐ کے اپنے اقوال اور افعال میرے سامنے ہیں۔ صرف ایک مثال دیتا ہوں:-

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تَعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ اُتِيَ النَّبِيُّ بِعَرَقٍ فِيْهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا۔ قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔

(بخاری شرح کرمانی حدیث ۱۸۱۴ کتاب الصوم باب اذ جامع فی رمضان ولم یکف لہ فتصدق)

زہری نے حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بتایا کہ ایک دن اس دوران میں کہ حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مَیں تو مارا گیا۔ آپؐ نے فرمایا تم پر کیا گزری۔ عرض کیا حضورؐ روزہ رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں اپنی بیوی کے

پاس چلا گیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ کیا کوئی غلام ہے جس کو آزاد کر دو تو اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا اتنی طاقت ہے کہ دو مہینے کے متواتر روزے رکھ سکو تو عرض کیا کہ حضورؐ نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو تو پھر اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ (اس کے یہ جواب سُنکر) حضورؐ خاموش ہو گئے اور ہم سب حضورؐ کے پاس خاموشی سے بیٹھے رہے اس دَوران حضورؐ کے پاس کھجوروں کا ایک "عرق" یعنی ٹوکرا لایا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ "عرق" زنبیل کی طرح کے اس ٹوکرے کو کہتے ہیں جس میں ۱۵ صاع یعنی تقریباً ۳۰ سیر جنس آجاتی ہے۔ جب وہ ٹوکرا آیا تو حضورؐ نے پوچھا کہ وہ سوال کرنے والا کہاں ہے تو وہ آدمی بولا حضورؐ میں حاضر ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ٹوکرا لے جاؤ اور اس کا صدقہ کر دو یعنی اس کو ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کر کے روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کر دو تو اس نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) کیا مجھ سے بھی زیادہ کوئی محتاج ہو گا کہ میں اس پر صدقہ کروں یا رسول اللہ خدا کی قسم مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی گھر والا ایسا نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج ہو۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس شخص کی یہ بات سُنکر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے اگلے دانت مُسکراہٹ کی وجہ سے ظاہر ہو گئے پھر آپؐ نے اس شخص سے فرمایا کہ اچھا جاؤ اور اپنے گھر والوں کو یہ کھجوریں کھلاؤ۔

۸

حضورؐ کی قیامِ شریعت کی ذمہ داری کا حضورؐ کی صفت امین سے گہرا تعلق ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء کو دُنیا میں جاری کرنے کے لئے جو ذمہ داری آپؐ پر ڈالی تھی آپؐ نے اسے جیسا کہ اس کا حق تھا پورا کیا حضورؐ جب اس دُنیا سے رخصت ہوئے تو وہ لوگ بھی جو ابتداء میں آپ پر ایمان لائے اور وہ لوگ بھی جو بعد میں اسلام کی آغوش میں داخل ہوئے سب کے سب اِس بات پر گواہ تھے کہ جیسا کہ حق تھا کہ ان کو خدا کا پیغام پہنچایا جاتا آپؐ نے پہنچا دیا اور وہ سب کے سب اِس بات پر بھی گواہ تھے کہ حضورؐ جس حد تک خدا کی طرف سے اِس بات کے ذمہ دار ٹھرائے گئے تھے کہ اِس پیغام کے مطابق ان کی زندگیوں کو ڈھال دیں ویسا حضورؐ نے کر بھی دیا۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ (وَقَالَ) اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ (اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ)[1] قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔

(بخاری کتاب الحج باب الخطبۃ ایام منیٰ)

---

[1] دوسری روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ نے "اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ" تین دفعہ فرمایا تھا۔

حجۃ الوداع کا دن ہے۔ ہاں یہ وہی مکہ ہے جس میں سے آج سے تقریباً ۲۳ سال پہلے آپؐ نے صفا پہاڑی کے دامن میں قریش کو اکٹھا کر کے خدا کا پیغام سُنانا چاہا تھا لیکن انہوں نے بات سُننے سے انکار کر دیا تھا ہاں آج اسی مکہ میں لاکھوں انسانوں کے مجمع میں آپؐ اپنی اُونٹنی پر سوار ان سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں :-

اے لوگو! کیا آج تم اِس بات کی گواہی دیتے ہو کہ جو پیغام تمہیں پہنچانے کا حکم خدا نے مجھے دیا تھا وہ آج مَیں نے تمہیں پہنچا دیا۔ ہاں مَیں پھر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا جیسا کہ حق تھا مَیں نے خدا کے پیغام کو تمہیں پہنچا دیا۔ ہاں مَیں پھر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا خدا کی امانت جو میرے سپرد کی گئی تھی مَیں نے تمہیں پہنچا دی تب اس لاکھوں کے مجمع سے یہ بلند آواز اُٹھی " ہاں " تب آپؐ نے آسمان کی طرف اپنی اُنگلی اُٹھائی اور کہا کہ اے خدا تُو بھی گواہ رہنا کہ آج یہ تیرے لکھوکھہا بندے تیرے فدائی تیری نظروں کے سامنے میرے حق میں یہ گواہی دے چکے ہیں کہ مَیں نے اپنی اس ذمّہ داری کو پورا کر دیا ہے جو تیری طرف سے مجھ پر ڈالی گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہتے ہیں۔

صَبر کا قرآنی مفہوم

(مکرم شیخ علیم الدین صاحب فیصل آباد)

صَبْرٌ کے بنیادی معنی ہیں "رُکے رہنا"، "روکے رکھنا"۔

اَلصَّبِیْرُ اُس بادل کو کہتے ہیں جو مسلسل کئی گھنٹوں سے ایک ہی جگہ پر کھڑا ہو اور اِدھر اُدھر حرکت نہ کرے (تاج)

عربی کا محاورہ ہے صَبَرْتُ الدَّابَّةَ (میں نے جانور کو بغیر چارہ کے روکے رکھا) "مضبوطی سے (اپنے نصب العین پر) جمے رہنا" اِس بِنا پر کہ پہاڑ کو بھی اَلصَّبِیْرُ کہتے ہیں جو مضبوطی سے ایک ہی مقام پر جما رہتا ہے (تاج)

اَلصَّبُوْرَہ اُس مٹی یا بوجھ کو بھی کہتے ہیں جو کشتی کو جھکولوں سے بچانے کے لئے ایک جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ کشتی کا توازن برقرار رہے (محیط) اس جہت سے قرآن کریم کی بتلائی ہوئی ہموار راہوں پر چلنے اور متوازن زندگی بسر کرنے کو صبر کہیں گے۔

صَبْرٌ کے لغوی معنی باندھنے کے بھی ہیں (ابنِ فارس) اِس سے مراد ارادے کی مضبوطی، عزم کی پختگی، اور خواہشاتِ نفس کا وہ انضباط ہے جس کی بنا پر ایک شخص نفسانی ترغیبات اور بیرونی مشکلات کے مقابلے میں قلب وضمیر کے پسند کئے ہوئے راستہ پر لگاتار بڑھتا چلا جاتا ہے۔

صاحبِ تاج کہتا ہے صَبْرٌ کے معنی کسی شخص کا کسی مطلوبہ شَے کے حصول کے لئے برابر مصروفِ کار رہنا ہیں۔

حدیث میں روزہ کو بھی صبر کہا گیا ہے کیونکہ وہ بھی گویا صبر کی ایک قسم ہے چنانچہ ارشاد ہے صِیَامُ شَھْرِ الصَّبْرِ صبر کے مہینے کے روزے۔ (مفرداتِ راغب)

صَبُوْرٌ۔ ثابت قدمی، مستقل مزاجی (سورہ ۲ آیت ۴۵)۔ صَبَّارٌ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ کام کرنے والا (۱۴ : ۱۵) اَصْبَرَ۔ مصیبت کا ضبط وتحمّل کے ساتھ برداشت کرنا۔ صَابَرَ۔ ثابت قدمی میں بازی لیجانا۔

(۳: ۱۹۹)- اَصْبَرَ- جرأت کرنا (ابوعبیدہ راغب) ۲: ۱۷۵-

شریعت کی اصطلاح میں شریعت جن کاموں سے منع کرتی ہے (سختی کے ساتھ) ان سے "رُکے رہنا" اور جن کاموں کا حکم دیتی ہے (ثابت قدمی کے ساتھ) نفس کو ان پر "روکے رکھنا" "جمائے رکھنا"۔ یعنی صبر کے دو بازو ہیں (کر۔ نہ کر) ایک میں سکون ہے تو دوسرے میں حرکت۔ قرآن کریم کی روشن تعلیم میں صَبر کے مفہوم میں دونوں پہلو پائے جاتے ہیں لیکن حرکت والا پہلو غالب ہے سکون والے پہلو کو قرآن کریم نے اکثر و بیشتر ضبط، تحمّل، برداشت اور مستقل مزاجی سے تعبیر کیا ہے اور حرکت والا پہلو استقامت، اولوالعزمی، شجاعت اور جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (۲: ۱۵۳) کہہ کر دونوں ہی پہلوؤں کو متحرّک کر دیا گیا کیونکہ دعا فی نفسہٖ ایک اعلیٰ روحانی اور ذہنی کوشش کا نام ہے اور انسانی کوششوں کے مابعد کلیۃً الٰہی فضلوں میں اس کا شمار ہوتا ہے کیونکہ انسانی ہمّتیں جہاں جواب دے جاتی ہیں اور افہام جہاں تھک ہار جاتے ہیں وہاں دعا ہی کارگر ہوتی ہے، روشنی بخشتی ہے، عزم ہمّت عطا کرتی ہے اور مومن پر کامیابی کی راہیں کھول دیتی ہے۔ جہاں کوئی چارۂ کار نہ ہو اور کوشش کی بھی بظاہر گنجائش نہ ہو وہاں فقط دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے ایسے مواقع پر قرآن نے دعا کو صَبْرٌ جَمِيْلٌ سے تعبیر کیا ہے ایسی دعا جو ثمر آور ہو نتیجہ خیز ہو اور عمل و حرکت کی روشن راہوں کی طرف راہنمائی کرے وہ نہیں جو نفس کے دھوکے میں آکر ایک رسم کی طرح ادا کی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں پچاسی ۸۵ سے زائد آیات ہیں جن میں صَبر کا مضمون بیان ہؤا ہے ان کا اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہی مفہوم سامنے آتا ہے کہ مومن کو باطنی طور پر نفسانی خواہشات اور خارجی طور پر طاغوتی ترغیبات اور باطل کی قوّتوں کے خلاف اِس طرح برسرِ پیکار رہنا چاہیئے کہ ساری زندگی کبھی پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائے۔ علاوہ بریں حصولِ رضائے الٰہی اور اشاعتِ حق کے لئے مسلسل سرگرمِ عمل رہنا صبر کے مفہوم میں شامل ہے۔

سورۃ آلِ عمران میں صابرین کی تعریف اِن الفاظ میں کی گئی ہے "نہ وہ سُست گام ہوئے نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ ہی وہ سرنگوں ہوئے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (۳: ۱۴۶) ایسے ہی صابرین کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ یہاں سرگرمیٔ عمل، جرأت مندی اور شجاعت کو صبر کا نام دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے "اگر تم میں سے بیس مجاہد بھی ایسے ہوں جو صبر کے ساتھ مقابلہ کریں تو فریقِ مخالف کے دو سَو پر غالب آئیں گے" (۸: ۶۵) ایسے موقع پر صبر کے معنی ہوں گے۔ ڈٹ کر مقابلہ کرنا، جانبازی۔

قرآنی آیاتِ کریمہ میں صَبر کو مختلف مواقع کے لحاظ سے مختلف معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے تاہم صَبر کو قرآن نے اکثر و بیشتر استقلال، ثابت قدمی اور استقامت سے تعبیر کیا ہے۔ صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا (۲: ۲۵۰) میں اس کی وضاحت آگئی ہے۔

مصیبت کے موقع پر صبر کو برداشت، ضبط کہیں گے (۶:۳۴، ۱۲:۱۴، ۲:۱۷۷)

جنگ کے موقع پر صبر کو شجاعت، جانبازی اور پامردگی کہیں گے (۳:۱۹۹، ۳:۱۱۶)

اشاعتِ حق کے لئے صبر کو جُہدِ مسلسل کہیں گے (۴۷:۷)

سخت مصیبت کے موقع پر صبر کو (رحب الصدر) خندہ پیشانی، کشادہ دلی کہتے ہیں (۶۸:۵۰)

بات کو چھپانے کے موقع پر صبر کو (کتمان) رازداری کہتے ہیں۔

زیادتی کا بدلہ نہ لے تو صبر کو (عفو) درگذر کرنا کہیں گے (۶:۳۴، ۱۴:۱۲)

طاقت رکھنے کے باوجود بدلہ نہ لے اور درگذر کرے تو صبر کو احسان کہیں گے (۱۶:۱۲۸)

بدی کا جواب نیکی سے دیا جائے تو ایسے موقع پر صبر کو اولوالعزمی کہیں گے (۴۱:۳۵، ۴۶:۳۵، ۴۲:۴۳)

سخت آزمائش اور امتحان کے موقع پر صبر کو تسلیم و رضا کہیں گے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

(۳۷:۱۰۲)

سورۃ طٰہٰ میں نماز قائم کرنے کے لئے وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا آیا ہے (۲۰:۱۳۲) اس کا ترجمہ ہے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پر صبر کیجئے۔ یہاں اس کے معنی ہیں نماز پر قائم رہنا، نماز پر انحصار کرنا۔ اِس مضمون کو دوسری جگہ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (۱۹:۶۵) کے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ اس کے معنی بھی خدا کی بندگی پر ثابت قدم رہنے کے ہیں۔

دوزخیوں کا آگ کے مقابل صبر کرنا برداشت کہلائے گا (۱۴:۲۱)

اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا۔ چاہے جزع کریں چاہے صبر کریں۔ سورۃ بقرہ میں فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (۲:۱۷۵) کفار کے لئے آیا ہے اِس کے معنی ہوں گے کیسی جرأت (بے جا) ہے انہیں آگ پر! (ابوعبیدہ راغب) کتنا اصرار ہے انہیں آگ میں جانے!! کتنی تاب ہے ان میں آگ کی!!!

قرآن حکیم میں ایک تیسرے موقع پر بھی کفار پر "صبر" کا اطلاق ہوُا ہے۔ یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔ لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا (۲۵:۴۲) "اگر ایسا نہ ہوتا کہ ہم صبر سے ان کی پرستش پر قائم رہتے" اس موقع پر صبر کے معنی ہوں گے ثابت قدمی، لیکن اسے ضد اور ہٹ دھرمی بھی کہہ سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں صبر کا لفظ ان معنوں میں بھی آیا ہے جس کے لئے ہم کہہ دیتے ہیں "یوں ہی بے صبرے نہ ہو۔ ذرا دم لو۔" (۱۸:۶۸، ۴۹:۵)

بنی اسرائیل نے کہا "ہم ایک ہی کھانے سے اُکتا گئے ہیں۔" لَنْ نَّصْبِرَ۔ اکتاہٹ کے مقابل صبر کے معنی ہوں گے بشاشت، خندہ پیشانی (۲:۶۱)

سورۃ ابراہیم میں "صَبَرْنَا" بمقابلہ "جَزِعْنَا" آیا ہے "جزع" کے معنی ہیں رسّی کو درمیان سے کاٹ دینا۔ لہٰذا "صَبْرٌ" کہتے ہیں کسی کام کا مسلسل کئے جانا۔ گویا صبر مومنین کو ان کے بلند مقاصد کے حصول کے لئے مسلسل روحانی، ذہنی اور جسمانی قوّتوں کو بروئے کار لانے کی دعوت دیتا ہے۔

صَبَّارٍ شَكُوْر۔ "لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ" کے ساتھ "صَبَّارٍ شَكُوْر" آیا ہے۔ (۱۴: ۱۵، ۳۱: ۳۱، ۳۴: ۱۹، ۴۲: ۳۳) دوسری جگہوں پر "لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ" کے ساتھ "يَعْقِلُوْنَ" "يَتَفَكَّرُوْنَ" "يَسْمَعُوْنَ" لاکر مطلب واضح کر دیا گیا ہے۔

صَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ اللہ تعالیٰ کی پُر حکمت کتاب قرآن کریم میں "صَبْرٌ جَمِيْلٌ" کے الفاظ ایسے ہی مواقع پر استعمال فرمائے گئے ہیں جہاں مومن کے لئے بظاہر کوئی چارہ کار نہ ہو اور نہ ہی کچھ کر گزرنے کی گنجائش ہو ملاحظہ کیجئے (۱۲: ۱۸، ۱۲: ۸۳، ۷۰: ۵) ایسے صبر کو "صَبْرٌ جَمِيْلٌ" سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی ہوں گے محض اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر بھروسہ کرنا۔ دوسرے لفظوں میں دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے فضل اور نصرت کو تلاش کرنا۔

سورہ شعراء میں ارشادِ ربّانی ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کا پھل بلند منزل کی شکل میں پائیں گے اور آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا۔ (۲۵: ۷۵)

صبر کا لفظ یہاں وسیع تر معنوں میں استعمال ہؤا۔ دشمنانِ حق کے مظالم مردانگی سے برداشت کرنا۔ دینِ حق کو قائم اور سربلند رکھنے کے لئے ہر قسم کے مصائب و مشکلات کا عزم و ہمّت سے مقابلہ کرنا۔ ہر خوف و لالچ کے مقابلہ میں راہِ راست پر ثابت قدمی سے قائم رہنا۔ شیطانی ترغیبات کے علی الرّغم فرض کو دیانتداری سے بجالانا۔ آبگینۂ دل کو بُغض، حسد، کینہ اور دیگر ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر کے مومنانہ شان کے ساتھ جرأت سے زندگی بسر کرنا صبر کے مفہوم میں شامل ہے۔

یہ قرآنی صبر کی اجمالی تصویر ہے اور یہ وہ صابرین ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا ہے "کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کا پھل بلند منزل کی شکل میں پائیں گے اور آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا" اور جن کو وعدہ دیا گیا ہے کہ "اگر تم میں بیس مومن (جانثار) ہوں گے تو دو سَو پر غالب آئیں گے" کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت انہیں لوگوں کے شاملِ حال ہوتی ہے جو اپنے نصب العین کے حصول کے لئے مسلسل جدّ و جُہد کرتے ہیں اور ہر قسم کی مشکلات کا سامنا ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے کرتے ہیں۔ اِس کے برعکس عام طور پر صبر کا جو مفہوم ہمارے ہاں مروّج ہے وہ اس کی ضِد ہے۔ ہمارے ہاں صبر کا مفہوم لیا جاتا ہے۔ نہایت بے چارگی سے ہاتھ پاؤں ڈال کر اور حوصلہ ہار کر بیٹھ رہنا۔ چنانچہ نہایت بے چارگی کے عالَم میں کہہ دیا جاتا ہے "اچھا جو تمہارے جی میں آئے کر لو میرے لئے صبر کے سوا اَور چارہ ہی کیا ہے"۔

(باقی صـ۳۴ پر)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب

چند متفرق یادداشتیں

(محترم صاحبزادہ جیب الرحمٰن صاحب پشاور)

(یہ مقالہ ۳۱ر جولائی ۱۹۸۷ء کو

خاکسار کو ایک طویل عرصے سے یہ خیال تھا کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کے بارے میں ایسی روایات کو جمع کیا جائے جو جماعت کے لٹریچر میں موجود نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان معروف حالات و واقعات کی تائید میں ان روایات کو بھی پیش کرنا ضروری سمجھتا رہا ہوں جو شہید مرحوم کے سلسلے میں ہم سب کو جماعتی لٹریچر سے معلوم ہیں اور جماعت کے اکابر سے جب بھی اس سلسلہ میں میری بات چیت ہوئی ہے بلاکسی استثنیٰ کے تمام بزرگوں نے میرے اس خیال کی تائید کی ہے سو الحمدللہ کہ آج میری یہ دیرینہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔

نام اور لقب

حضرت شہید مرحوم کے بارے میں پہلی غور طلب بات ان کے اسمِ مبارک سے متعلق ہے۔ تذکرۃ الشہادتین میں انہیں صاحبزادہ، اخون زادہ اور شاہزادہ تینوں القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ چونکہ صاحبزادہ اور اخون زادہ افغانوں میں ہم معنی القاب سمجھے جاتے ہیں اس لئے اگر شہید مرحوم کو دونوں القاب سے یاد کیا جائے تو معنوی طور پر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

شاہزادہ کا لقب البتہ ذرا تفصیل طلب ہے۔ پختونوں میں سادات کو بادشاہ کہا جاتا ہے۔ حضرت شہید مرحوم کا تعلق حضرت داتا گنج بخش کے خانوادے سے تھا جنہیں اقبالؒ نے سیدِ ہجویرؒ کے لقب سے یاد کیا ہے اور جو متفقہ طور پر خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اگر ایامِ جوانی میں انہیں شاہزادہ کے نام سے

پکارا جاتا رہا ہو تو عین قرین قیاس ہے۔ اگرچہ شہید مرحوم کے خاندان کے افراد اب اپنے ناموں کے ساتھ "سیّد" نہیں لکھا کرتے لیکن داتا گنج بخش رحؒ سے خاندانی تعلق اور اِس حقیقت کے پیشِ نظر کہ شہید مرحوم کے آبائی گاؤں کو اب تک سیّدگاہ کہا جاتا ہے یہ بات بالکل ممکن ہے کہ آہستہ آہستہ ان کے خاندان کے افراد نے اپنے ناموں کے ساتھ سیّد کا سابقہ لگانا ترک کر دیا ہو جس طرح کہ گنڈاپور اور شوانی سادات سیّد ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سیّد نہیں لکھتے۔

پیدائش

شہید مرحوم کے سالِ پیدائش کے بارے میں بھی ہمارے پاس قطعی معلومات نہیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق شہادت کے وقت شہید مرحوم کا سنّ شریف ساٹھ اور ستّر سال کے درمیان تھا اور چونکہ یہ دردناک واقعہ ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کو پیش آیا تھا اِس لئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شہید مرحوم ۱۸۳۳ء اور ۱۸۴۳ء کے درمیانی عرصے میں پیدا ہوئے تھے۔

احمدیت کا تعارف

شہید مرحوم کو حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے بارے میں علم کہاں سے حاصل ہوًا تھا۔ اِس سلسلہ میں ایک روایت جو یہ ہے کہ سر مارٹیمر ریونڈ کے عملے سے متعلق ایک صاحب سیّد حسن شاہ نے شہید مرحوم کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک کتاب تحفے میں دی تھی لیکن میری معلومات کے مطابق یہ کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام تھی جو سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے جو ان دنوں نائٹ نہیں بنے تھے شہید مرحوم کو دی تھی اور اسے کھولتے اور اس کا انڈیکس دیکھتے ہی شہید مرحوم نے سر صاحبزادہ عبدالقیوم سے کہا تھا کہ یہ ترتیب تو مجھے فرشتوں کے ہاتھ کی معلوم ہوتی ہے۔

مہدی کی انتظار

اِس سے قبل کی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شہید مرحوم امام مہدی کے ظہور کے بارے میں اِنتہائی شدّت سے منتظر رہا کرتے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ شہید مرحوم اپنی مجلسوں میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ وقت تو مہدی کے ظہور کا ہے لیکن مہدی کون ہوگا اس کے بارے میں وہ فرمایا کرتے تھے کہ عرب و عجم کے علماء اور شیوخ کے حالات کا کشفی طور پر مطالعہ کرنے کے بعد مَیں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان میں سے ایک بھی

امام مہدی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (یہ الفاظ خاکسار کے ہیں شہید مرحوم کے الفاظ زیادہ سخت ہیں) اس کے بعد شہید مرحوم اپنے اگلے دانتوں کے درمیان ہاتھ کی انگلی رکھتے اور مسکرا کر اپنی طرف اشارہ کرکے کہتے کہ حضور نبی کریم کی ایک حدیث میں مہدی کی یہ نشانی بیان کی گئی ہے کہ اس کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہوگا اس لئے شاید میں ہی مہدی ہوں گا۔ جب شہید مرحوم کی شہادت کے بعد یہ روایت حضرت بانیٔ جماعت کو سُنائی تو حضور نے فرمایا کہ ان کا خیال صحیح تھا اگر میں نہ آتا تو وہی مہدی ہوتے۔

تحصیلِ علم

حضرت شہید مرحوم کے بارے میں تمام روایات متفق ہیں کہ انہوں نے اُس وقت کے ہندوستان میں تعلیم حاصل کی تھی لیکن ہندوستان کے ان مقامات کی تفصیل کہیں سے بھی نہیں ملتی جہاں شہید مرحوم نے اپنے اساتذہ سے سبق پڑھا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس خاکسار کو دو ایسے مقامات کے بارے میں علم ہے جہاں شہید مرحوم تعلیم کے سلسلے میں مقیم رہے۔ ان دو مقامات میں سے ایک مقام تو خود ہمارا گاؤں بازید خیل ہے جہاں وہ ہماری عبادت گاہ کے احاطے میں واقع ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں مقیم تھے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم اور مرکز سے آنے والے دوستوں کو ہم اکثر وہ کوٹھڑی دکھایا کرتے تھے اب اس کوٹھڑی کی شکل و صورت تبدیل ہوگئی ہے لیکن اس کی تاریخی حیثیت ابد تک قائم رہے گی۔ انشاء اللہ

دوسرا مقام ضلع اٹک کا ایک گاؤں موضع غورغشتی ہے جہاں میرے والد مرحوم حضرت صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب خود بھی پڑھتے رہے۔ والد بزرگوار کی روایت ہے کہ ان کے استاد "غورغشتو مولوی صاحب" (مولوی صاحب آف غورغشتی) نے شہید مرحوم کی شہادت کے بعد اُن سے شہید مرحوم کے تبحر علمی کے بارے میں کہا تھا کہ "میرے علم اور اُن کے علم میں اتنا فرق ہے جتنا میرے علم اور سامنے پانی بھرنے والے طالب علم کے علم کے درمیان ہے۔" اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ غورغشتو مولوی صاحب حضرت شہید مرحوم سے ذاتی تعلق رکھتے تھے اور چونکہ غورغشتو مولوی صاحب کبھی افغانستان نہیں گئے تھے اِس لئے یہ قیاس بھی غلط نہیں ہوگا کہ شہید مرحوم اور غورغشتو مولوی صاحب کے درمیان ملاقات غورغشتی میں ہوئی تھی۔

قیامِ قادیان

شہید مرحوم کے قیامِ قادیان کے بارے میں چند روایات میرے پاس محفوظ ہیں جو جماعتی لٹریچر میں میری نظر سے نہیں گذریں۔ پہلی روایت بیت الاقصیٰ میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب سے ان کی ایک "تکرار" کے

بارے میں ہے۔ کہتے ہیں ایک جمعہ کو شہید مرحوم نماز پڑھنے بیت الاقصیٰ آئے اور اپنی چادر صف پر رکھ کر وضو کرنے تشریف لے گئے۔ اس اثناء میں حضرت حاجی حرمین شریفین حکیم نورالدین صاحب تشریف لے آئے اور ان کی چادر ایک طرف ہٹا کر وہاں سُنتیں پڑھنے لگے۔ حضرت شہید مرحوم واپس آئے تو اپنی جگہ حضرت خلیفہ اوّل کو تشریف فرما دیکھ کر غصّے سے کہا "آپ کو رسول کریمؐ کی یہ حدیث یاد نہیں رہی کہ مسجد میں پڑی ہوئی چیز کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹانا چاہیئے"۔ روایت میں ہے کہ حضرت حکیم نورالدین صاحب نے معذرت کے لئے اُٹھنے کی کوشش کی تو شہید مرحوم نے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "تشریف رکھئے۔ ابھی مجھے الہام ہؤا ہے کہ مَیں خدا تعالےٰ کے اعلیٰ مقربین سے جھگڑا نہ کروں"۔

دوسری روایت کا تعلق بھی حضرت خلیفہ اوّل مولانا نورالدین صاحب سے ہے جو مفہوم کے لحاظ سے تو جماعتی لٹریچر میں موجود ہے لیکن تفصیلاً نہیں۔ شہید مرحوم نے قیامِ قادیان کے دَوران حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے درخواست کی کہ وہ انہیں بخاری شریف کا درس دیں جس پر اُن کے بعض شاگردوں نے متعجّب ہو کر پوچھا کہ حدیث کے اِتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود حکیم صاحب سے درس لینے کی کیا وجہ ہے۔ شہید مرحوم نے فرمایا کہ چونکہ حکیم صاحب نے جماعت کا پہلا خلیفہ بننا ہے اِس لئے مَیں تبرّکاً ان سے شرفِ تلمّذ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ سے ملاقات

شہید مرحوم کی حضرت بانئ جماعت احمدیہ سے ملاقات کے بارے میں بھی یہ روایت میرے پاس محفوظ ہے کہ ایک مرتبہ شہید مرحوم نے حضرت بانئ سلسلہ کو بتایا کہ انہوں نے رؤیا میں حضور نبی کریمؐ کو دیکھا اور انہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا کان اُن کے قریب کریں کیونکہ حضور کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ حضرت شہید مرحوم نے حضور کو بتایا کہ جونہی مَیں نے اپنا کان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا میری آنکھ کُھل گئی اور تب سے مجھے اضطراب ہے کہ حضورؐ مجھ سے کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ مَیں نے بڑے بڑے مشائخ سے دریافت کیا لیکن کسی کے جواب سے مَیں مطمئن نہ ہو سکا اس لئے اب حضور ہی بتائیں کہ رسول کریمؐ مجھ سے کیا کہنا چاہتے تھے۔

حضرت بانئ جماعت احمدیہ نے فرمایا:-

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
ذرّہٴ زآفتاب ام وزِ آفتاب گویم

(مَیں نہ رات ہوں نہ رات کو پُوجنے والا کہ خواب کی باتیں کہوں مَیں آفتاب کا ایک ذرہ ہوں اور اسی آفتاب

سے علم پاکر (یا اس کے بارے میں) کہتا ہوں) آپ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے تھے کہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن۔

حضرت شہید مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ یہ سُنکر میرا اضطراب فوری طور پر دُور ہوگیا اور دل میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ اور مدّتوں کی وہ محرومی کافور ہوگئی۔

قادیان سے رخصت کے واقعہ کی تفصیل کے بارے میں میری محفوظ کردہ روایت یہ ہے کہ شہید مرحوم نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ سے کہا تھا کہ حضور یا تو پورا افغانستان حضور کے قدموں میں لا ڈالوں گا اور یا پھر اپنا سر کھیت کے خشک ڈھیلے کی طرح چکنا چُور کرا دوں گا۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ دَورانِ قیامِ قادیان حضرت شہید مرحوم حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ اور جماعت کے دوسرے اکابر علماء سے فارسی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

واپسی کا سفر

واپسی کے سفر کے بارے میں جماعتی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت شہید مرحوم بنوں سے سیدھے کابل گئے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شہید مرحوم بنوں سے اپنے گاؤں سید گاہ تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے انہیں امیر کے حکم سے گرفتار کر کے کابل لے جایا گیا تھا میری معلومات اور صحیح روایات کے مطابق دوسری روایت اصح ہے کیونکہ احمدیت قبول کرنے کے بعد اُن کے بعد اُن کے وہ دو تین واقعات سید گاہ میں ہی پیش آئے تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شہید مرحوم کی ہمشیرہ مرحومہ (والدہ صاحبزادہ عبدالقدوس جان مرحوم اور صاحبزادہ عبدالرب) کی روایت ہے کہ قادیان سے واپسی پر شہید مرحوم جب اپنے گھر سیّد گاہ تشریف لائے تو حسبِ معمول ایک بار مَیں نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کے درمیانی وقفے میں اُن کے لئے سبز چائے لے کر اُن کے کمرے میں گئی جہاں افغان روایات کے مطابق انہوں نے نماز پڑھنے کے لئے سرگڑے (ایک خوشبودار گھاس) بچھانے کا انتظام کیا تھا تو مجھے عجیب سی خوشبو محسوس ہوئی اور مَیں نے شہید مرحوم سے پوچھا کہ "لالہ یہ خوشبو تو سرگڑی کی نہیں پھر یہ کیا ہے" اس پر شہید مرحوم نے ایک کونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یہاں اب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے" اُن کی ہمشیرہ مرحومہ کا بیان ہے کہ مَیں نے اس مقام کی جانب دیکھا تو وہاں گھاس اِس طرح چپکی ہوئی پڑی تھی جیسے ابھی ابھی کوئی وہاں سے اُٹھا ہو۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بارے میں بھی ایک عجیب بات شہید مرحوم سے منسوب

ہے جو حُسنِ اتفاق سے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے مُنہ سے بھی ایسے ہی سوال کے جواب میں نکلی۔ جب شہید مرحوم قادیان سے لَوٹے تو اُن سے پوچھا گیا کہ مرزا صاحب کو ماننے کے بعد ان میں کیا تغیّر واقع ہوا۔ شہید مرحوم نے فرمایا کہ مرزا صاحب کی بیعت سے قبل مَیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خواب میں ہی دیکھا کرتا تھا لیکن اب حالتِ بیداری میں حضورؐ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

شہید مرحوم بیعت کرنے کے بعد جب واپس اپنے گاؤں تشریف لائے تو انہوں نے اپنی عبادت گاہ کے امام سے جنہیں انہوں نے امامت کے لئے مقرر کیا تھا فرمایا کہ اب وہ اُن کے پیچھے نماز پڑھا کریں اور اس کے بعد شہید مرحوم نے اپنے گاؤں میں اداکردہ تمام نمازوں کی امامت خود فرمائی۔

قادیان سے واپسی پر شہید مرحوم اپنے ہاتھوں، پَیروں اور گردن کو دیکھ کر اور چھُو کر پوچھا کرتے تھے "بھلا تم میں حق کے لئے وزنی زنجیریں پہننے کی قوّت ہوگی؟" "کیا تم وہ اذیّت برداشت کرسکوگے جو تمہیں ملنے والی ہے؟" اس پر اُن کے اہلِ خانہ اور دوست متعجّب ہوکر پوچھتے کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ شہید مرحوم جواباً مُسکرا کر فرماتے "ایسا ہی ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا۔"

اِن تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شہید مرحوم بنوں سے سیدھے کابل نہیں تشریف لے گئے تھے بلکہ وہ پہلے اپنے گاؤں گئے تھے۔

شہید مرحوم کے مقتل تک لے جانے کے واقعہ کے ایک عینی شاہد سے اِس خاکسار کو بات کرنے کا موقع مِلا ہے۔ یہ صاحب افغان سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے بانی رہنما جناب ڈپلوم انجنیئر غلام محمد فرہاد تھے جنہیں افغانستان میں محبّت سے "پاپا" کہا جاتا ہے۔ حال ہی میں ان کا انتقال ہوچکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کابل میں تاریخی نوعیّت کی ایک یادگار قائم کرنے کے لئے جب انہیں سرکاری حکم ملا تو اس کے لئے انہوں نے وہ مقام پسند کیا جہاں انہوں نے شہید مرحوم کو ارگ سے سنگسار ہونے کے لئے نکلتے وقت دیکھا تھا اور جن کے چہرے پر بے خوفی اور عزیمت کے آثار سے وہ چھوٹی عمر میں ہی بے حد متاثر ہوئے تھے اور اسی بے خوفی اور عزیمت کو قائم و دائم رکھنے کے لئے انہوں نے اسی مقام پر یادگار بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

عِلمی مقام اور شعر گوئی

جماعتی لٹریچر میں اِس بات کا انکشاف موجود ہے کہ شہید مرحوم نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی منقبت میں فارسی میں ایک نظم کہی تھی جو بدؔر قادیان میں شائع بھی ہوگئی لیکن میرے پاس اِس امر کے تحریری ثبوت موجود ہیں کہ شہید مرحوم پشتو اور فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ اُن کے الف نامے اور کچھ غزلیں بھی میرے پاس ہیں جن سے چند اشعار

تبرکاً پیش کر رہا ہوں۔

الف نامے کے دو بند اور ان کا ترجمہ:-

عین عیاں و لاعیاں رے بانشاں او بے نشان رے
چی داماں ئی گریبان رے دھغہ شاہی بیان رے
عین مخ عین ئی استر

عین علم حی ماسوا رے سراسر وارہ ھوا رے
نہ دے اسم مسمّٰی دے نہ ھریولہ بل سوا دے
کلہ زیر شی کلہ زور

عین۔ وہ عیاں بھی ہے اور لاعیاں بھی بانشاں بھی ہے اور بے نشاں بھی
جس کا دامن گریبان اور گریبان دامن ہے مَیں اُسی محبوب کے بارے میں کہہ رہا ہوں
کہ وہ استر بھی ہے اور ابری بھی

عین۔ ماسوا کا جو علم ہے وہ سراسر ہوا ہے
وہ اِسم نہیں مسمّٰی ہے اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے جدا ہے
کبھی زیر بنتا ہے کبھی زبر

ایک غزل کا مقطع ہے:-

چی خبر پہ تماشا کہ مخ ز یار دی
کہ فقیر پہ دنیا ہر زماں خروش دی
جسے رُخِ محبوب کے تماشے کا علم ہو وہ ہر وقت فقیر کی طرح محوِ خروش رہیگا

یاد رہے کہ شہید مرحوم شاعری میں فقیر اور لطیف تخلص فرمایا کرتے تھے۔

فارسی کا ایک مطلع بغرض تبرک پیش کرتا ہوں۔

از بس کہ در سیاحت راہ عدم شدم
ہم رنگ موج بحر فنائے قدم شدم

(راہِ عدم کی سیاحت میں اس حد تک کھو گیا ہوں کہ محبوب کے قدموں میں بحر کی موجوں کی طرح فنا ہو چکا ہوں)

علومِ ظاہری میں شہید مرحوم کا جو مرتبہ تھا اس کے بارے میں غورغشتو مولوی صاحب کا قول پیش کر چکا ہوں

لیکن اس ضمن میں خود ان کے دو ارشادات بھی قابلِ توجہ ہیں۔ شہید مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں تو مولوی اس صاحب کو مانتا ہوں جو مجھ سے بحث کے دوران کتاب کے حوالے تک پہنچ سکے۔ یعنی اس سے پیشتر کہ وہ کسی کتاب کا حوالہ دے میں اُسے عقلی طور پر مبہوت کر چکا ہوں گا۔

علمِ حدیث کے بارے میں اُن کا یہ حال تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح صراف کھرے اور کھوٹے روپیہ کی پہچان پتھر پر ہزاروں روپے کے گرنے کی آواز کے دوران کر سکتا ہے اسی طرح اگر میرے سامنے حضورؐ کی ہزاروں حدیثیں سُنائی جائیں تو میں صراف کی طرح ان احادیث کے سُنتے ہی فیصلہ کر دوں گا کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کونسی ضعیف۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

صبر کا قرآنی مفہوم ——— (بقیہ صفحہ ۲۶)

اور اپنے دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا جاتا ہے "اچھا کوئی بات نہیں ظالم کی رسّی دراز ہوتی ہے لیکن خدا کی لاٹھی بھی بے آواز ہوتی ہے۔" غور فرمائیے قرآنی صبر کا مفہوم ہے ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور اپنے نصب العین کے حصول کے لئے مسلسل دعائیں اور جدوجہد کرنا مگر ہمارے ہاں سارا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر دم بخود بیٹھے رہنے کو صبر کا نام دیا جاتا ہے۔

نوٹ :- اِس مضمون کی تیاری میں عصرِ حاضر کی لغات ——— لغات القرآن، قاموس القرآن اور غریب القرآن سے بھی مدد لی گئی ہے۔

دفتر ماہنامہ انصار اللہ کی یہ ذمّہ داری ہے کہ بروقت رسالہ شائع کر کے باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ اپنے قارئین کی خدمت میں بھجوائے۔ دفتر اِس ذمّہ داری کی بصورت احسن ادائیگی میں کوشاں رہتا ہے۔ رسالہ آپ تک پہنچانے میں صرف دفتر کا دخل نہیں بلکہ اَور عوامل بھی کارفرما ہیں۔ بھُول چُوک سے بھی ہم مستثنیٰ نہیں اگر کسی ماہ کے آخر تک آپ کی خدمت میں رسالہ نہ پہنچے تو میری درخواست ہے کہ فوراً ہمیں بذریعہ خط اطلاع دیں انشاء اللہ پرچہ آپ کی خدمت میں دوبارہ بھجوا دیا جائے گا۔ تاخیر سے پچھلے پرچوں کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

(مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

تم بنو داعی اِلی اللہ نور کی مشعل لئے

کلمۂ حق مشرق و مغرب میں پھیلاتے رہو
ہر زمیں پر پرچمِ توحید لہراتے رہو

بڑھتے جاؤ نصرت و تائیدِ ربّ کے ساتھ تم
ہر قدم پر برکتوں پر برکتیں پاتے رہو

رُخ بدل جاتا ہے طوفاں کا جو حامی ہو خدا
اس پہ چھوڑو فیصلہ طوفاں سے ٹکراتے رہو

دوستو سوزِ محبّت بے اثر ہوتا نہیں!
اپنے سوزِ دل سے بزمِ دہر گرماتے رہو

دِل تو دِل پتّھر پگھل جاتے ہیں جذبِ مہر سے
جذبۂ ایثار کا اعجاز دکھلاتے رہو

تم بنو داعی اِلی اللہ نور کی مشعل لئے
طالبانِ راہِ حق کو راہ دکھلاتے رہو

"جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجامکار"
دعوتِ حق کا فریضہ تم بجا لاتے رہو

باغِ ملّت کے لئے بن کر شمیمِ جاں فزا
دین کی خوشبو سے اِس دُنیا کو مہکاتے رہو

کبر و نخوت شیوۂ اہلِ خدا ہوتا نہیں
رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا دِل سے دہراتے رہو

بالیقیں حاصل تمہیں حق کی رضا ہو جائے گی
اپنے جان و مال اس کی رہ میں لٹواتے رہو

جذبۂ صادق کے آگے کوئی رہ مشکل نہیں
صدق کی رہ پر چلو اور منزلیں پاتے رہو

غلام محی الدین صادق۔ کراچی

سالانہ اجتماعات مجالس انصاراللہ

مشرقی کینیڈا

مجلس انصاراللہ مشرقی کینیڈا کا تیسرا سالانہ اجتماع امسال ۱۸-۱۹ جولائی ۱۹۸۷ء کو 'بیت الاسلام' میپل انٹاریو میں منعقد ہوا۔ یہ اجتماع دو دن کی کارروائی پر مشتمل تھا اور اراکین مجلس کو ایک رات اکٹھے 'بیت الاسلام' میں بسر کرنے اور صحبتِ صالحین کے نادر موقع سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا۔ اس اجتماع کی کارروائی کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

اِس اجتماع کی کارروائی ۱۸ جولائی ۱۹۸۷ء کو صبح پونے گیارہ بجے جناب نسیم مہدی صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ و مشنری انچارج کینیڈا کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوتِ قرآن مجید اور اس کا ترجمہ جناب آدم بہاری صاحب نے پیش کیا۔ جناب نسیم مہدی صاحب نے اراکین مجلس سے ان کا عہد لیا۔ جناب رفیق ضیاء صاحب نائب ناظم اعلیٰ مشرقی کینیڈا نے احباب کو اِس بابرکت اجلاس میں شمولیت پر خوش آمدید کہا اور امید ظاہر کی کہ دوست اِس اجلاس کی کارروائی سے انشاء اللہ تعالیٰ مستفیض ہوں گے۔ جناب نسیم مہدی صاحب نے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے اِس اجلاس کی اہمیت اور اراکینِ مجلس کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

آپ نے اجلاس میں اراکینِ انصاراللہ اور خصوصاً عہدیداران کو اِس بات کی طرف خصوصی توجہ دلائی کہ خاندان کے سربراہ ہونے کی حیثیت میں انہیں اعلیٰ نمونہ پیش کرنا چاہیئے اور اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے اعلیٰ قربانیوں کا ایسا معیار قائم کرنا چاہیئے جو ان کے لئے مسابقت اِلی الخیر کے نئے سے نئے دروازے کھولتا چلا جائے۔ انصار کی تنظیم سے اُن کا وابستہ ہونا یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ ہر تنظیم سے اپنے عملی نمونہ میں آگے بڑھیں اور دوسروں کی راہنمائی کا موجب ہوں۔ جو ذمہ داری ان کے سپرد کی جائے اس کو بااحسن رنگ سرانجام دیں۔ نیکیوں میں رغبت دکھائیں اور اپنی اولاد کو بھی نیکیاں بجالانے کی تحریک فرمائیں اور ایسے اجتماعات سے کماحقہٗ استفادہ کرنا چاہیئے۔

جنابِ منیر الحق صاحب شاہد نے درسِ قرآن دیا۔ جناب جمیل سعید صاحب نے نہایت خوش الحانی سے نظم سُنائی۔ جناب چوہدری بشیر احمد صاحب نے درسِ حدیث دیا۔

طعام اور ظہر و عصر کی نماز کے بعد درج ذیل کھیلوں کے مقابلے ہوئے :-
رسّہ کشی، والی بال، کیرم بورڈ، ٹیبل ٹینس، کلائی پکڑنا، دوڑ، مشاہدہ معائنہ اور میوزیکل چیئرز۔
والی بال کے مقابلوں اور کلائی پکڑنے کے فائنل کو دوستوں نے بہت پسند کیا۔ کھیلوں کے مقابلوں کے اختتام پر رات کا کھانا کھایا گیا اور مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے معاً بعد مجلس انصاراللہ کی شوریٰ کا اجلاس جناب نسیم مہدی صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ اس مجلس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر بحث ہوئی :-

۱۔ تربیت :- اراکینِ مجلس کی اپنی تربیت کے لئے کون سے اقدام اٹھائے جائیں اور اراکین مجلس انصاراللہ کس طرح باقی جماعت کے لئے تربیت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

۲۔ نماز باجماعت :- دوست اپنے اپنے گھروں میں باقاعدہ نماز باجماعت کا انتظام کریں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے جماعتیں اپنے طور پر باجماعت نماز کا انتظام بھی کریں۔

۳۔ جماعتی کتب کی خرید اور مطالعہ :- احباب حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب اور دیگر جماعتی لٹریچر خریدیں اور اس کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے بچّوں کو بھی پڑھنے کی تلقین کریں یا انہیں ان کتابوں کے پڑھانے کا انتظام کریں۔

۴۔ مجلس کے اجتماع :- مجلس کو چاہیئے کہ وہ اپنے سال کے دَوران اکٹھے اجتماع کریں۔ پکنک کا انتظام کریں اور اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ بڑھائیں۔

۵۔ تمام اراکین اس اجتماع کے اختتام پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھیں اور اس طریقہ کو اپنی زندگی کا ایک حصّہ بنالیں۔

مجلسِ شوریٰ کے بعد دوست آرام کے لئے لیٹ گئے اور تین بجے کے قریب تہجد کی نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نمازِ تہجّد کے بعد درسِ قرآن، درسِ حدیث اور نمازِ فجر کا انتظام تھا۔ درسِ قرآن جناب خواجہ برکت اللہ صاحب نے دیا اور درسِ حدیث جناب حسن محمد خان صاحب عارف نے۔

۱۹۔ جولائی کا پہلا اجلاس جناب رفیق ضیاء صاحب نائب ناظم اعلیٰ مشرقی کینیڈا کی صدارت میں صبح ۹ بجے شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن مجید اور اس کا ترجمہ جناب منیر عبیداللہ صاحب نے پیش کیا۔ جناب مظہر علی زبیری صاحب نے کلامِ محمود سے خوش الحانی کے ساتھ نظم پڑھ کر سنائی۔ جناب خواجہ برکت اللہ صاحب نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ملفوظات میں سے تربیت کے موضوع پر ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس کا ترجمہ محمود احمد صاحب راجپوت نے انگریزی میں پیش کیا۔ جناب شیخ خورشید احمد صاحب نے پاکستان میں احمدیوں کے موجودہ حالات پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ آپ نے ربوہ میں بسنے والے احمدیوں کے حالات،

اور احمدی بھائیوں کی مالی و جانی قربانیوں اور جیل کی صعوبتوں کا ذکر فرمایا۔ اس تقریر کا انگریزی ترجمہ جناب سید حسنات احمد صاحب نے پیش کیا۔

جناب عیسیٰ جان خاں صاحب نے عیسائیت کے موضوع پر تقریر کی اور احباب پر واضح کیا کہ بائیبل جس پر عیسائیت کے اعتقادات اور نجات کا دارومدار ہے ایک ناقابلِ یقین تبدیل شدہ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ آپ نے بائیبل کے نئے اور پرانے دونوں حصوں سے حوالہ جات پیش کرکے ثابت کیا کہ بائیبل کی موجودہ صورت کسی رنگ میں بھی خدا کا کلام کہلانے کی مستحق نہیں۔ اس تقریر کے اختتام پر احباب نے عیسائیت اور بائیبل کے متعلق کئی سوالات پوچھے جن کے جوابات خاں صاحب نے بڑے عالمانہ رنگ میں دئے۔

اس تقریر کے بعد ادبی مقابلوں کا پروگرام تھا۔ ادبی مقابلوں کا معیار اس دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اونچا تھا۔ اس اجلاس میں جناب یوسف خان صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ کینیڈا نے باوجود سخت ضعف اور تکلیف کے شمولیت کی اور ادبی مقابلوں کے بعد احباب سے خطاب فرمایا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد نمازِ ظہر و عصر ادا کی گئی اور تقسیمِ انعامات کا اجلاس ہوا۔ اس دفعہ انعامات کے لئے نہایت ہی شاندار ٹرافیوں اور میڈلز کا انتظام تھا۔ بہترین حاضری کا انعام برمپٹن جماعت اور بہترین مقابلوں کا انعام سکاربرو کی جماعت کو ملا۔

اختتامی دعا کے بعد حاضرین کا گروپ فوٹو لیا گیا۔

اس اجتماع کے انتظامات اور کھانے کی تیاری میں ہمارے خدام بھائیوں نے بڑی تندہی سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

گیمبیا

خدا تعالیٰ کے فضل سے انصاراللہ گیمبیا کا اجتماع ۲۵ اپریل ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ حسبِ سابق جماعت کے جلسہ سالانہ کے ساتھ ہی نصرت ہائی سکول کے ہال میں منعقد ہوا۔ مکرم مولانا داؤد احمد صاحب حنیف نائب صدر مجلس انصاراللہ گیمبیا و امیر و انچارج مربّی کی صدارت میں اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم استاذ احمد بی (مربّی سینیگال) نے کی۔

سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے خاکسار نے بتایا کہ دورانِ سال خدام الاحمدیہ کی ریلی واقع فرافینی میں ۲۲ انصار بھائی شریک ہوئے۔ اسی طرح ناصر احمدیہ مسلم ہائی سکول کی تقریب آمین میں بھی طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے ۱۰ انصار شامل ہوئے۔ موجودہ اجتماع میں تمام مجالس کے نمائندے شریک ہو کر مستفیض ہو رہے

ہیں، الحمدللہ۔

انصاراللہ کی تنظیم کے تحت احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن اور سوسائٹی نصرت ہائی سکول کے مشترکہ اجلاس باقاعدگی سے ہر ماہ چرچل ٹاؤن مرکز میں بعد نماز عصر منعقد ہوتے رہے ہیں جس میں قرآن کریم اور احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباق کے بعد ہر اجلاس سے مہمانِ خصوصی خطاب کرتے رہے ہیں جن میں مکرم ڈاکٹر فرید احمد صاحب (دوبار)، مکرم ابراہیم امبو صاحب، مکرم صالح جنگ صاحب (دوبار) کے خطاب کے علاوہ مکرم محمد محمود اقبال صاحب پرنسپل نصرت سکول مکرم عمر سونکو نے بھی سوال و جواب میں حصہ لیا۔ اس سال کی پہلی سہ ماہی میں طلباء کے ذریعہ ۶ افراد داخلِ سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوئے۔

اجتماع کی تقاریر میں سے پہلی تقریر "آئندہ نسل کی تربیت" کے موضوع پر مکرم عزننگ اسمٰعیل طور سے صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ کی تھی۔ دوسری تقریر "دینِ حق اور مالی قربانی" کے موضوع پر مکرم سایا۔ کے۔ جام صاحب کی تھی۔ آپ نے تاریخ کی روشنی میں قربانیوں کے معیار کو اخلاص اور مقدار میں دونوں طرح بلند کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آخری تقریر مکرم علیؑ باہ صاحب کی "حضرت مسیح موعود کا اعجاز" کے موضوع پر تھی جس میں غیرتِ رسولؐ کی خاطر لیکھرام کے متعلق پیشگوئی اور اس کے ہیبت ناک انجام کو مفصل پیش کیا۔ آپ نے جماعت کی موجودہ ترقی کو بھی آپ کی دعاؤں کا اعجاز قرار دیا۔

نائب صدر مجلس مکرم مولانا داؤد احمد صاحب حنیف نے انصار کو توجہ دلائی کہ اوّلین فرض آئندہ نسل کی تربیت کرنا ہے۔ آپ نے بتایا کہ خدام تو دُور علاقوں میں جا کر لوگوں کو دینِ حق میں شامل کریں اور انصار ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالیں۔ وقفِ عارضی کے تحت دو یا زیادہ ہفتوں کے لئے خود کو پیش کریں۔

اختتام سے قبل آپ نے انصاراللہ کا عہد کہلوایا جسے حاضرین نے کھڑے ہو کر جوش و محبت کے ساتھ دہرایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو مقبول خدمت کی توفیق بخشے۔ (قیادت مجالس بیرون)

عہدیداران انصاراللہ سے گذارش ہے کہ

- فہرست وعدہ جات وقفِ جدید تیار کر کے مرکز میں ارسال فرمائیں جس میں یہ اہتمام کیا جائے کہ مجلس انصاراللہ کا ہر ممبر اس تحریک میں شامل ہو۔
- انصار میں سے خصوصی معاونین ہر دو معیار کے وعدے وصول کئے جائیں۔
- فہرست وعدہ جات کی ترسیل کے بعد تدریجی وصولی کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

(قائد وقفِ جدید مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

سالانہ پروگرام قیادتِ تعلیم مجلس انصاراللہ

ازیکم جنوری تا ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۸ء

نئے سال ۱۳۶۷ہش / ۱۹۸۸ء کے لئے قیادتِ تعلیم نے ماہوار مطالعہ کتب و مقررہ کتب کے مرکزی امتحان کا مندرجہ ذیل پروگرام مرتب کیا ہے۔ ماہوار مطالعہ و درس کتب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ ساتھ ہر تین ماہ بعد ایک مقررہ کتاب کا مرکزی امتحان ہوا کرے گا۔ نیز دو مجموعی مرکزی امتحانات منعقد ہوں گے تمام انصار کو علم وفضل کے حصول کے اِس پروگرام سے آگاہ کر دیں اور بار بار یاددہانی کرواتے رہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

علم و معرفت کے حصول اور اس میں اضافہ کا عملی پروگرام

۱- ماہ جنوری	کتاب آسمانی فیصلہ	←	مرکزی تحریری امتحان ہوگا
۲- ماہ فروری	" دافع البلاء		
۳- ماہ مارچ	" لیکچر سیالکوٹ		
۴- ماہ اپریل	" فتح اسلام	←	" " " " " "
۵- ماہ مئی	" مسیح ہندوستان میں		
۶- ماہ جون	" توضیح مرام		
۷- ماہ جولائی	" ضرورۃ الامام	←	" " " " " "
۸- ماہ اگست	" نشانِ آسمانی		
۹- ماہ ستمبر	" تحفہ غزنویہ		
۱۰- ماہ اکتوبر	" چشمہ مسیحی	←	" " " " " "
۱۱- ماہ نومبر	" تحفہ قیصریہ		
۱۲- ماہ دسمبر	" حقیقت المہدی		

مجموعی امتحان اوّل جون ۱۹۸۸ء

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۸ رُبع چہارم - پارہ ۲۹ رُبع اوّل
۲۔ کتاب الفارقِ قدسیہ نصف حصہ اوّل
۳۔ " بنیادی نصاب مکمل

مجموعی امتحان دوم ستمبر ۱۹۸۸ء

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۹ ربع دوم وسوم
۲۔ کتاب الفارقِ قدسیہ نصف حصہ آخر
۳۔ " بنیادی نصاب مجموعی

مکرر یاد دہانی کہ ـــــ

جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر کے لئے مقررہ کتب کے مرکزی امتحانات ہوں گے۔

زعماء کرام اوّلین فرصت میں انصار کو اِس تعلیمی پروگرام سے آگاہ کریں۔ لازمًا انصار کے گھروں میں یہ کتب پہلے سے موجود ہوں گی اگر کسی دوست کے پاس کوئی کتاب نہ ہو تو فوری طور پر حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر و محافظ ہو۔ آمین

(قیادتِ تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

میں رو رہا ہوں قوم کے مُرجھائے پھول پر
بلبل تو کیا ہے اس سے کہیں خوشنوا ہوں میں
دِل اور جگر میں گھاؤ ہوئے جاتے ہیں کہ جب
چاروں طرف فساد پڑے دیکھتا ہوں میں
مرگِ پسر پہ پیٹتی ہے جیسے ماں کوئی
حالت پہ اپنی قوم کی یُوں پیٹتا ہوں میں
(کلامِ محمود)

وقفِ جدید کے سالِ نو کے آغاز کا اعلان

چندہ دینے کا سب سے بڑا اجر یہ ہے کہ چندہ دینے والا خدا کے قریب ہو جاتا ہے

حضور نے وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء میں فرمایا :-

" وقفِ جدید کے میدان میں جماعتِ احمدیہ گذشتہ سال کے مقابلے میں آگے بڑھی ہے — اور خدا کی طرف سے جماعت کی ترقی کا ایک عمومی وعدہ ہے۔ جتنا کوئی جماعت اس سے استفادہ کریگی اتنا ہی وہ وعدہ پورا ہوگا۔"

حضور نے بعض عہدیداران کی وقفِ جدید کے ضمن میں سستی پر تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا :-

" ایک پہلو میں آگے نکل جانا اور دوسرے میں پیچھے رہ جانا اچھا نہیں ہے بلکہ ہر پہلو سے جائزہ لینا چاہیئے اور توازن سے کام کرنا چاہیئے اِس لئے مجلسِ عاملہ کے دستور مقرر کردیں اور بعض جائزے وقتاً فوقتاً ہوتے رہنے چاہئیں اور ایک ایسا نظام ہو جس میں خلاء کے احتمالات باقی نہ رہیں۔ انجمن کو بھی اپنی ماتحت انجمنوں کی مدد کرنی چاہیئے — ذیلی تنظیموں کو بھی ترقی کے قدم میں انجمنوں سے قدم ملا کر چلنا چاہیئے۔"

وقفِ جدید کی اہمیت اور مالی قربانی کے بارہ میں فرمایا :-

" وقفِ جدید کو کوئی معمولی اور عام تحریک نہ سمجھیں اس کا ہندوستان کے روحانی مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے اِس لئے سب جماعتوں کو اس میں حصّہ لینا چاہیئے — بچّوں کو بھی اِس تحریک میں زیادہ سے زیادہ شامل کریں اور خود ان کے ذریعہ چندہ دلوائیں — چندہ دینے کا سب سے بڑا اجر اس دُنیا میں یہ ہے کہ چندہ دینے والا خدا کے قریب ہو جاتا ہے اور جن بچّوں سے چندے دلوائے جاتے ہیں ان پر اس قربانی کا اثر ساری زندگی رہتا ہے۔ بچپن کی نیکی ایسی چھاپ ہے جو ان کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ خود بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا نقش مٹنے کی بجائے گہرا جمتا جاتا ہے اِس لئے بچّوں کو باشعور طور پر اس چندے میں شامل کریں۔"

(سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ)